الفرقان

نمبر

"مذاہب عالم پر نظر"

مئی 1977ء

مدیر مسئول
ابو العطاء جالندھری

692

سالانہ اشتراک
پندرہ روپے
فی نسخہ قیمت ڈیڑھ روپیہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
یورپ میں (جولائی ۱۹۷۳ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۲۷ شمارہ ۵

مجلہ الفرقان ربوہ
مئی ۱۹۷۷ء

جمادی الاولیٰ ۱۳۹۷ھ
ہجرت ۱۳۵۶ہش

ٹیلیفون ۲۹۷

مدیر مسئول:
ابو العطاء جالندھری

الفہرست

مضمون	مصنف	صفحہ
● اداریہ: مسیحیت میں شراب	ایڈیٹر	ص ۲
● البیان (سورہ اعراف ع ۸ کا ترجمہ و مختصر تفسیر	ابو العطاء جالندھری	۳
● پیغامِ حق کو پہنچائیں گے دنیا کے کناروں تک	جناب چودھری شبیر احمد صاحب	۹
● شذرات	ایڈیٹر	۱۰
● سوالات اور ان کے جواب	"	۱۳
● یا ربّ کہاں ہے محرمِ رازِ مکاشفات	جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب فاضل	۱۷
● موعود اقوامِ عالم کی آمد (نظم)	جناب مولوی محمد صدیق صاحب ایم۔اے	۱۹
● حاصلِ مطالعہ	جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد	۲۰
● حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کا اہم اعلان —	جناب مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل	۲۳
● مصلح موعودؓ کی پیشگوئی کے حصہ "وہ تین کو چار کرنے والا، دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کی ایمان افروز تشریح۔	جناب ماسٹر امیر عالم صاحب لیّہ	۲۴
● حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے شبیہ مبارک احمد ہونے کا اعلان تفہیماتِ ربانیہ میں ۱۹۳۱ء میں کر دیا گیا تھا۔	ابو العطاء	۳۲
● اخبارات و رسائل — چند مفید اقتباسات	ماخوذ	۳۴
● رواداری کے متعلق شاندار اسلامی تعلیم	جناب مولوی انیس الرحمٰن صاحب شاہد	۳۸
● حوادثِ طبعی یا عذابِ الٰہی	محترم جناب صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب	۴۱
● کتنا پیارا ہے ترا نام رسولِ عربیؐ (نظم)	جناب محمود احمد صاحب فاضل فارسی	۴۳
● تحریکِ احمدیت ایک نظر میں	ابو العطاء	۴۳
● لائبیریا (مغربی افریقہ) کے حالات	مکتوب جناب مولوی عطاء الکریم صاحب شاہد انچارج مبلغ لائبیریا	۴۵
● وَاِذَا مَرِضۡتُ فَھُوَ یَشۡفِیۡنِ		۴۸

پنجسالہ معاونینِ خصوصی کی فوری توجہ کے لیئے

ماہنامہ الفرقان کے پنجسالہ معاونینِ خصوصی کی تحریک کے ماتحت پاکستانی خریدار ایک سو روپیہ عنایت فرما کر پنجسالہ معاونین میں شامل ہو سکتے ہیں۔ انہیں پانچ سال تک رسالہ بھی ملے گا اور ان کے لئے دعا کی تحریک بھی سالانہ شائع ہو گی۔

بیرونی ممالک کے دوست اپنے سالانہ چندہ کی پانچ گنا رقم بھجوا کر معاونین میں شامل ہو سکتے ہیں۔

اس سال کی فہرست معاونینِ خصوصی ماہ جولائی ۱۹۷۷ء کے پرچہ میں یعنی ۱۵ر جولائی کو شائع ہو رہی ہے اس لئے احباب کو توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ رقم بھجوا کر خصوصی معاونین میں جلد شامل ہو جائیں تا ان کا نام بھی دعا کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ کے حضور پیش کرنے کے علاوہ رسالہ میں بھی شائع ہو سکے۔

جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

رقم نقد بھی بھیجی جا سکتی ہے اور چیک یا ڈرافٹ کی صورت میں بھی۔ شکریہ!

خاکسار ابو العطاء جالندھری
[illegible] الفرقان ربوہ

اِدارِیہ

مسیحیت میں شراب

جناب بھٹو وزیر اعظم پاکستان نے گزشتہ دنوں پاکستان میں شراب کی بندش کا اعلان فرمایا۔ از رُوئے قانون یہ پابندی مسلمانوں پر ہوگی غیر مسلم اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

اس اعلان پر مسیحی غیر مسلم اقلیت نے نکتہ چینی کی ہے۔ خبر ہے کہ :-

"لاہور ۱۹ اپریل۔ پاکستان مسیحی مجلس عمل کے صدر ایس۔ کے کینتھ نے ایک بیان میں کہا ہے کہ مسیحیوں میں شراب پر پابندی ہے اور وزیر اعظم کا یہ کہنا کہ پابندی کا اطلاق غیر مسلموں پر اسلئے نہیں ہوگا کیونکہ ان کی مذہبی تقاریب میں شراب استعمال ہوتی ہے سراسر غلط ہے۔ انہوں نے کہا کہ اما چند رگھ ممبر صوبائی اسمبلی سندھ نے سندھ اسمبلی کے اجلاس میں شراب پر پابندی کے بل پر بحث کے دوران کہا تھا کہ اگر اسلام میں شراب پینا منع ہے تو ہمارے مذہب میں سخت منع ہے۔ ایس کے کینتھ نے حکومت پر زور دیا کہ شراب پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔ پاکستان کرسچین پیپلز ویلفیئر ایسوسی ایشن کا اجلاس زیر صدارت صادق جاوید سیکرٹری جنرل منعقد ہوا جس میں پادری جے سموئیل اور رحمت راہی نے بھی شرکت کی۔ انہوں نے کہا کہ ہمارا مذہب شراب کی اجازت نہیں دیتا اور ذوالفقار علی بھٹو نے مسیحیوں کے مذہبی جذبات کو مجروح کیا ہے۔ آزاد پاکستان مسیحی لیگ کے صدر عمانوائل ظفر ایڈوکیٹ نے کہا ہے کہ وزیر اعظم بھٹو نے اقلیتوں کی آڑ لیکر شراب خانوں اور شراب کے استعمال کا جواز پیش کیا ہے جبکہ اقلیتوں کا کوئی مذہب بھی شراب پینے کی اجازت نہیں دیتا۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور۔ ۲۰ اپریل ۱۹۷۷ء)

مسیحی صاحبان کے اعلان کا فقرہ "اگر اسلام میں شراب پینا منع ہے تو ہمارے مذہب میں سخت منع ہے" اناجیل کی مندرجہ ذیل تصریحات کی روشنی میں ضرور قابلِ غور ہے۔

اوّل - انجیل یوحنا میں لکھا ہے کہ :-

"پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اس کے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی۔ اور جب مے ہو چکی یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مے نہیں رہی یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ہے؟ ابھی میرا وقت نہیں آیا۔ اس کی ماں نے خادموں سے کہا کہ جو کچھ یہ تم سے کہے وہ کرو۔ وہاں یہودیوں کی طہارت کے دستور کے موافق پتھر

کے چھ مٹکے رکھے تھے اور ان میں دو دو تین تین من کی گنجائش تھی۔ یسوع نے ان سے کہا مٹکوں میں پانی بھر دو بس انہوں نے ان کو لبالب بھر دیا۔ پھر اس نے اُن سے کہا کہ اب نکال کر میر مجلس کے پاس لے جاؤ پس وہ لے گئے۔ جب میر مجلس نے وہ پانی چکھا جو مے بن گیا تھا اور نہ جانتا تھا کہ یہ کہاں سے آئی ہے مگر خادم جنہوں نے پانی نکالا تھا جانتے تھے۔ تو میر مجلس نے دولہا کو بلا کر اس سے کہا۔ ہر شخص پہلے اچھی مے پیش کرتا ہے اور ناقص اس وقت جب پی کر چھک گئے مگر تو نے اچھی مے اب تک رکھ چھوڑی ہے۔ یہ پہلا معجزہ یسوع نے قانائے گلیل میں دکھا کر اپنا جلال ظاہر کیا اور اس کے شاگرد اس پر ایمان لائے۔" (یوحنا $\frac{2}{1-11}$)

دوم:۔ مسیحیوں کے ہاں کھانے پینے کی اشیاء کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ:۔

"کوئی چیز جو باہر سے آدمی کے اندر جاتی ہے اسے ناپاک نہیں کر سکتی اسلئے کہ وہ اس کے دل میں نہیں بلکہ پیٹ میں جاتی ہے اور پائے خانے میں نکل جاتی ہے۔ یہ کہہ کر اس (یسوع) نے تمام کھانے کی چیزوں کو پاک ٹھہرایا۔"
(مرقس $\frac{7}{1-19}$)

سوم:۔ پولوس نے لکھا ہے کہ:۔

"کوئی چیز بذاتہ حرام نہیں لیکن جو اس کو حرام سمجھتا ہے اس کے لئے حرام ہے۔"
(رومیوں $\frac{14}{14}$)

چہارم:۔ ایک خط میں پولوس لکھتے ہیں کہ:۔

"آئندہ کو صرف پانی ہی نہ پیا کر بلکہ اپنے معدے اور اکثر کمزور رہنے کی وجہ سے ذرا سی مے بھی کام میں لایا کر۔"
(۱۔تمطاوس $\frac{5}{23}$)

بالآخر ہم یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمیں اس سے خوشی ہے کہ مسیحی صاحبان بھی شراب کو حرام جانیں اور اس کی پابندی پر عمل پیرا ہوں۔ مگر ہر مذہب والوں کے لئے وہی اصول ہیں جو ان کی الہامی کتاب میں بیان کئے گئے ہیں۔ انجیل کی مندرجہ بالا تصریحات کے باوجود اگر مسیحی بھائی شراب کو اسلام میں حرام قرار دیئے جانے کی طرح حرام سمجھیں تو یہ مزید مقام مسرت ہے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۔

درخواست

جن احباب کے پتہ میں تبدیلی ہو وہ فوراً مطلع فرمایا کریں ورنہ رسالہ ضائع ہو جاتا ہے اور خریداران کو تکلیف ہوتی ہے۔ (مینجر ماہنامہ الفرقان۔ربوہ)

سُورۃ الاعراف ع۸ ع۹

البَیَانُ

قرآن مجید کا سلیس اُردو ترجمہ مختصر تفسیری نوٹ کیساتھ

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ

یقیناً ہم نے نوحؑ کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا انہوں نے کہا اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو

مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ

اس کے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں ہے۔ مَیں تمہارے بارے میں بڑے دن کے عذاب سے

يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖٓ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ

ڈرتا ہوں۔ اس کی قوم کے سرداروں نے جواب میں کہا کہ ہم تو آپ کو کھلی گمراہی میں

تفسیر

سورۃ اعراف کے آٹھویں اور نویں رکوع کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ اور حضرت ہودؑ کے مبعوث کرنے کا ذکر فرمایا ہے۔ آٹھویں رکوع میں ذکر ہے کہ حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو توحید کا پیغام دیا اور شرک سے اجتناب کی تلقین کی اور فرمایا کہ ایک یومِ عظیم مقدر ہے اس میں شرک کرنے والوں کو عذاب دیا جائے گا۔ نوحؑ کی قوم کے سرداروں نے حضرت نوحؑ کے پیغام پر کان نہ دھرا۔ اُلٹا اُن سے مجادلہ شروع کر دیا کہ آپ تو کھُلے گمراہ ہیں آپ کی کوئی بات ہدایت پر مبنی نہیں ہے۔ حضرت نوحؑ نے جواب دیا کہ میرے گمراہ ہونے کا کوئی سوال نہیں مَیں تو اس خدا کی طرف سے رسول ہو کر مبعوث ہوا ہوں جو سب جہانوں کا پالنے والا ہے۔ یعنی مَیں منزلِ مقصود سے آیا ہوں اور مجھے راستہ خوب معلوم ہے۔ میرا طریق کار یہ ہے کہ میرے دل میں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ

دیکھتے ہیں۔　حضرت نوحؑ نے فرمایا اے میری قوم! میرے اندر کسی قسم کی گمراہی نہیں　لیکن میں

رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَ

خدائے ربّ العالمین کا فرستادہ ہوں۔　میں تم تک اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں　اور

اَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

تمہاری خیرخواہی کرتا ہوں اور مجھے اللہ کی طرف سے اُن باتوں کا علم ہے جو تمہیں معلوم نہیں۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ

کیا تم لوگ اس پر تعجب کرتے ہو کہ تمہارے لئے تمہارے رب کی طرف سے تم میں سے ایک شخص پر ذکر (عزت وشرف کا کلام) نازل ہوا۔

لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ○ فَكَذَّبُوْهُ

تاکہ وہ شخص تمہیں خبردار کرے اور عذاب سے ڈرائے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو اور تاتم پر رحم کیا جائے۔　قوم کے لوگوں نے حضرت نوحؑ کو جھٹلایا

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ

انجام کار ہم نے حضرت نوحؑ اور اس کے ساتھیوں کو کشتی کے ذریعے نجات دی　اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے

تمہاری خیرخواہی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور میں تمہیں اپنے رب کے پیغام پہنچاتا ہوں۔ یاد رکھیں کہ مجھے تمہارے لئے اُس بُرے انجام کا بھی علم ہے جسے تم ابھی نہیں جانتے۔ تم لوگ ذرا سوچو تو سہی کیا یہی بات تمہارے لئے تعجب کا باعث بن رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ایک شخص کو بطور نذیر مبعوث فرمایا ہے جس کے تین بڑے مقصد ہیں۔ اوّل یہ کہ وہ آنے والے عذاب سے تمہیں ڈرائے۔ دوم یہ کہ تم متقی بن کر خدا کے مقرب بن جاؤ۔ سوم یہ کہ تم نیک اعمال بجا لا کر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے وارث بنو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت نوحؑ کا یہ درد بھرا پیغام قوم کے بہرے کانوں پر پڑا۔ انہوں نے اسے ماننے کی بجائے اُسے کذاب قرار دے دیا۔ تب

ع كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ۝ وَاِلٰى عَادٍ

ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور وہ اندھے لوگ تھے ۔ ہم نے عاد قوم کی طرف

اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ

ان کے بھائی ہودؑ کو بھیجا ۔ انہوں نے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ کی عبادت کرو تمہارے لئے اس کے سوا کوئی معبود

غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ

نہیں ہے ۔ کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرتے ۔ اس کی قوم کے منکر سرداروں نے کہا

قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ

کہ ہم یقیناً آپ کو سراسر بیوقوف سمجھتے ہیں اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ آپ جھوٹ بولنے

الْكٰذِبِيْنَ ۝ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ

والوں میں سے ہیں ۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا اے میری قوم! مجھ میں تو کسی قسم کی بیوقوفی نہیں ہے لیکن میں سب جہانوں کے

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ

رب کی طرف سے رسول ہو کر آیا ہوں ۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور تمہارا بہت

معرکۂ حق و باطل میں فیصلہ کا مرحلہ آن پہنچا ۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے حضرت نوحؑ اور اس کے مومن ساتھیوں کو کشتی کے ذریعہ نجات بخشی اور ان لوگوں کو جنہوں نے ہماری آیات کی تکذیب کی تھی غرق کر دیا یقیناً وہ لوگ روحانی طور پر اندھے تھے ۔

نویں رکوع کی آیات میں قوم عاد کا واقعہ بیان فرمایا ہے ۔ قدیم زمانہ میں عاد قوم بڑی ترقی یافتہ اور متمدن تھی ۔ ان کے آثارِ قدیمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑی عمدہ عمارتیں بناتے تھے ۔ حضرت ہودؑ کو ان کی طرف توحید کا پیغام دے کر بھیجا گیا ۔ انہوں نے اپنی قوم کو شرک کے ترک کرنے کی تلقین کی اور تقویٰ اختیار کرنے کا ارشاد فرمایا ۔ عاد قوم کے انکار کرنے والے سرداروں نے

نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ○ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى

خیرخواہ ہوں اور امانتدار ہوں۔ کیا تم تعجب کرتے ہو کہ تمہارے ربّ کی طرف سے اس کا پیغام تم میں سے ایک

رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ

شخص پر اُترا ہے تا وہ تمہیں ہوشیار کرے۔ اُس وقت کو یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے نوحؑ کی قوم کے

مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا

بعد تم کو ان کے جانشین بنایا تھا اور تمہیں پیدائش میں وسعت اور فراخی میں بڑھایا تھا پس تم اللہ کے احسانوں

اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ

کو یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ قوم کے لوگوں نے کہا کہ اے ہود! کیا تو ہمارے پاس اسلئے آیا ہے کہ ہم خدائے

وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا

واحد کی عبادت کریں اور اُن معبودوں کو چھوڑ دیں جن کی ہمارے باپ دادا عبادت کرتے رہے ہیں؟ پس تو اُس عذاب کو لے آ جس کی

تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ قَالَ قَدْ وَقَعَ

دھمکی تو ہمیں دیتا ہے اگر تُو سچوں میں سے ہے۔ ہودؑ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے

برملا کہہ دیا کہ اے ہود! تُو ہماری نگاہ میں بے وقوفی کا مجسمہ ہے اور ہمارے نزدیک تیرا یہ دعویٰ اور بیان سراسر جھوٹ پر مبنی ہے۔ حضرت ہودؑ نے فرمایا اے میری قوم کے لوگو! یقین کرو کہ میں کوئی بے وقوفی کی بات نہیں کہہ رہا۔ میں تمہارا بدخواہ بھی نہیں ہوں۔ میں تمہارا بھائی ہوں۔ ہاں میں ربّ العالمین کا فرستادہ ہوں اور اسی کے پیغامات تمہیں پہنچا رہا ہوں۔ میرا یہ طریقِ کار اِس بات کی کھلی علامت ہے کہ میں اپنے فرائض کے ادا کرنے میں نہایت خیرخواہ ہوں۔ کیا یہ بھی کوئی تعجب کی بات ہے کہ تمہارے ربّ نے تم میں سے ہی ایک شخص کو نذیر بنا کر بھیج دیا ہے۔ حضرت ہودؑ نے اپنی قوم کو تاریخ پر نظر کرنے اور اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضلوں کی طرف توجہ دلائی مگر

عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۗ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ

تم پر تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غضب نازل ہونیوالا ہے کیا تم لوگ مجھ سے اپنے بتوں کے اُن

اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا

ناموں کے بارے میں جھگڑا کرتے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے کوئی دلیل

مِنْ سُلْطٰنٍ ۗ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○

نازل نہیں فرمائی۔ پس اب تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ

پھر ہم نے حضرت ہودؑ کو اور اس کے ساتھ والے مومنوں کو اپنی خاص رحمت کے ذریعہ بچا لیا اور ان لوگوں کی جڑیں کاٹ دیں

ع ۹ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○

جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور جو مومن نہیں تھے۔

قوم کے لوگوں نے ایک ہی جواب دیدیا کہ ہم خدائے واحد کی پرستش کرنے کے لئے تیار نہیں اور اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو ترک کرنے پر آمادہ نہیں اگر تم عذاب لا سکتے ہو تو لے آؤ۔ حضرت ہودؑ نے انہیں سمجھانے کی پھر کوشش فرمائی اور کہا کہ کسی کو معبود قرار دینا اللہ کا کام ہے اور یہ جو کچھ نام رکھ کر تم ان کی عبادت کر رہے ہو اس کے لئے کوئی الٰہی حکم نہیں ہے۔ اس طریق پر اصرار تو خدا کے عذاب اور ناراضگی کو خریدنے کے مترادف ہے۔ اگر تم کسی طریق سے آسمانی دعوت کو قبول نہیں کرتے تو اچھا تم بھی انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ اللہ فرماتا ہے کہ اس اتمام حجت کے بعد عاد قوم پر عذاب نازل ہوا اور ہم نے حضرت ہودؑ اور اُن کے ساتھی مومنوں کو نجات عطا کی اور جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا اور مومن نہیں تھے اُن کی جڑ کاٹ دی۔

قرآن مجید کے یہ واقعات محض تاریخی واقعات نہیں ہیں بلکہ ان میں لوگوں کے لئے عبرت کے بے شمار سبق موجود ہیں ؛

پیامِ حق کو پہنچائیں گے دنیا کے کناروں تک

(جناب چوہدری شبّیر احمد صاحب واقفِ زندگی)

خدا چاہے تو ہم جائیں گے دنیا کے کناروں تک
پیامِ حق کو پہنچائیں گے دنیا کے کناروں تک

سُنے ہیں ہم نے جو مہدی سے نغمے حمدِ باری کے
وہی نغمات ہم گائیں گے دنیا کے کناروں تک

ہمیں انوار جو حاصل ہوئے ہیں مہرِ بطحاؐ سے
وہی انوار پھیلائیں گے دنیا کے کناروں تک

مِلا ہے ہم کو جو پرچم شہنشاہِ دو عالم سے
اسی پرچم کو لہرائیں گے دنیا کے کناروں تک

چُنے ہیں پھول جو ہم نے گلستانِ محمدؐ سے
اُنہی پھولوں کو برسائیں گے دنیا کے کناروں تک

کتاب اللہ میں محفوظ ہے جو بہرِ خلق اللہ
وہی تعلیم پھیلائیں گے دنیا کے کناروں تک

صدی اسلام کے غلبہ کی اے شبّیر سر پر ہے
یہ مژدہ ہم ہی پہنچائیں گے دنیا کے کناروں تک

شذرات

(۱) قلم سے خدا کی وحدانیت کی اشاعت

مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا:—

"تلوار ہم سے چھین لی گئی مگر الحمدللہ کہ قلم پر آپ لوگ قابض ہیں۔ آج قلم بر قیمتہ تلوار کے تیغہ سے زیادہ پر اثر اور نہایت اہم ہے جو لوگ تلوار کے مالک ہیں وہ بھی اہل قلم کی طاقت اور اقتدار کا لوہا مانتے ہیں آپ کے قلم کا لوہا تلوار کے لوہے سے زیادہ سخت اور آپ کے قلم کی روانی تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے اور آپ کے قلم کا زخم تلوار کے زخم سے زیادہ تکلیف دہ ہے لہٰذا آپ قدم آگے بڑھایئے، قلم پر نظر رکھئے اور خدا کی وحدانیت صفحۂ دہر پہ ظاہر کیجئے۔ خدا کی نصرت اور تائید آپ کے ساتھ ہو (آمین)"

(مولانا محمد علی جوہر ۹ جنوری ۱۹۳۰ء دہلی بحوالہ المنبر لائلپور ۲۰ اپریل)

الفرقان: یہ دور سلطان القلم کا دور ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت امام مہدی علیہ السلام کو قلم کی پرشوکت عظمت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ شروع میں لوگوں نے کہا کہ قلم کی کیا حقیقت ہے؟ مگر اب قلم کی طاقت کو محسوس کیا جا رہا ہے۔ اس کی تاثیرات نمایاں ہو رہی ہیں والعاقبة للمتقین۔

(۲) جہاد کی اقسام اور جناب مودودی

جناب مودودی صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ:—

"........ جہاد اور قتال ہم معنی الفاظ نہیں ہیں قتال صرف ہتھیاروں سے لڑنے کا نام ہے لیکن لفظ جہاد اسلامی اصطلاح میں ہر اس جدوجہد کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے کی جائے۔ خواہ وہ ہتھیاروں سے ہو یا زبان یا قلم سے یا کسی دوسری ایسی تدبیر سے جو غیر دینی نظام کی جگہ دینی نظام کو عملاً برسر اقتدار لانے کے لئے کارگر ہو"

(ہفت روزہ اسلامی جمہوریہ ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء)

الفرقان: یہ باعث خوشی ہے کہ قلم اور زبان کے جہاد کو بھی اب شرعی جہاد تسلیم کرنے لگ گئے ہیں۔

(۳) شراب پر پابندی اور عوام کی حالت

اخبار آفتاب ملتان لکھتا ہے کہ:—

"شراب پر پابندی کے بعد بلیک میں شراب فروخت کرنے والوں، دیسی شراب کشید کرنے اور ٹھیکہ کا کاروبار کرنے والوں کی چاندی ہو گئی ہے چند میڈیکل

ہالوں پر ٹنکچر سرعام فروخت ہو رہی ہے۔ اندرون شہر دیسی شراب بیچنے والے بھی بلیک میں لگا رہے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ شراب پر پابندی کے بعد ملتان کے شراب خانوں سے محکمہ ایکسائز کے عملہ کی ملی بھگت سے کافی مقدار میں شراب بلیک کرنے والوں کے خفیہ اڈوں پر پہنچا دی گئی ہے۔ ان اڈوں کے ایجنٹ دگنے تگنے نرخوں پر شراب فروخت کر رہے ہیں بعض شرابی جو بلیک شراب نہیں خرید سکتے۔ چرس یا بھنگ استعمال کرنے پر مجبور ہیں۔ دیسی شراب بیچنے والے پانی میں خطرناک محلول اور انسانی اعضا کو مفلوج کرنے والے کیپسول ملا کر دگنے داموں پر دیسی شراب فروخت کر رہے ہیں۔"

(آفتاب ۔ ۲۵ اپریل ۷۷ء)

الفرقان: ظاہری قوانین سے شراب کو پورے طور پر بند کرنا سخت مشکل ہے امریکہ ایسی بڑی طاقت ایسی پابندی پر عمل نہ کروا سکی۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک دلوں میں ایمان و یقین پیدا نہ ہو۔ تب تک صحیح اصلاح نہیں ہوتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں جب نور ایمان پیدا ہو گیا تو حرمت شراب کے حکم پر انہوں نے شراب کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا اور مدینہ کی گلیوں میں شراب بہتی تھی۔ ضرورت ہے کہ لوگوں میں ایمان پیدا کیا جائے سزا اتیاری پر یقین ہو تو وہ خود بخود برائیوں سے اجتناب اختیار کریں گے۔

(۴) تبلیغ اسلام کا طریق نبوی

ہفت روزہ الاعتصام لاہور لکھتا ہے کہ:۔

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فراست، دانائی اور احسن طریقہ سے لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دی۔ دشمنان اسلام نے آپ کو طرح طرح کی اذیتیں دیں۔ آپ نے سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور صبر و تحمل کا دامن کسی وقت بھی نہیں چھوڑا۔ ان کی پُر زور مخالفت کے باوجود آپؐ کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش واقع نہیں ہوئی۔ پہلے پہل خال خال خوش نصیب لوگوں نے آپ کی دعوت پر لبیک کہی۔ اور اکثر اس سے بدکتے تھے تاہم آپؐ سے کسی کمزوری اور بزدلی کا صدور نہیں ہوا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لئے فتح مبین اور غلبہ پانے اور لوگوں کے جوق در جوق آغوشِ اسلام میں آنے کی نوید جانفزا سنائی"

(الاعتصام لاہور ۔ ۶ مئی ۱۹۷۷ء)

الفرقان: کہاں ہیں وہ ربانی علماء جو سنت نبوی کے مطابق تبلیغ اسلام کرتے ہوں۔ آج کل تو مولویوں کو سیاست اور اقتدار کا جنون ہے۔ اشاعت دین سے ان کو کوئی سروکار نہیں رہا۔

(۵) وحشیانہ حرکات کو موجب ثواب قرار دیا گیا۔

ہفت روزہ لولاک لکھتا ہے کہ:۔

"ابتدائے عملداری پنجاب سے افغانوں نے صدہا بڑے بڑے معزز انگریزوں اور میم اور بچوں بلکہ گورنر جنرل تک کو مار ڈالا اور ابھی تک جہاں موقع پاتے ہیں اپنی وحشیانہ حرکت سے

بار نہیں آتے اور ان کے مولویوں نے عام فتویٰ دے رکھا ہے کہ انگریزوں کو مارنا بڑا ثواب ہے"

(لولاک لائلپور ۲۲ اپریل ۷۷ء ص ۵)

الفرقان: مولویوں نے اپنی جہالت سے بے قصور عورتوں بچوں تک کے قتل کو جہاد قرار دے کر اسلام کو بدنام کر رکھا تھا۔ ایسے ہی غلط تصور جہاد کی تردید میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اعلان فرمایا تھا کہ یہ ہرگز اسلامی جہاد نہیں ہے

(۶) اسلام اور تنگ نظر علماء و مجتہدین

علامہ اقبال نے لکھا ہے:۔

"افسوس ہے کہ زمانہ حال کے اسلامی فقہا یا تو زمانہ کے میلان طبیعت سے بالکل بے خبر ہیں یا قدامت پرستی میں مبتلا ہیں۔ ایران میں مجتہدین شیعہ کی تنگ نظری اور قدامت پسندی نے بہاء اللہ کو پیدا کیا جو سرے سے احکام قرآنی کا ہی منکر ہے۔ ہندوستان میں عام حنفی اس بات کے قائل ہیں کہ اجتہاد کے تمام دروازے بند ہیں۔ میں نے ایک بہت بڑے عالم کو یہ کہتے سنا کہ حضرت امام ابوحنیفہ کا نظیر ناممکن ہے غرضیکہ یہ وقت عملی کام کا ہے کیونکہ میری ناقص رائے میں مذہب اسلام گویا زمانہ کی کسوٹی پر کسا جا رہا ہے اور شاید تاریخ اسلام میں ایسا وقت اس سے پہلے کبھی نہیں آیا۔"

(طلوع اسلام لاہور مئی ۱۹۷۷ء ص ۳۰۔ مکتوب نمبر ۵ ۱۹۲۵ء بنام صوفی غلام مصطفیٰ تبسم)

الفرقان: علماء کی تنگ نظری نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا۔ سیاست کے نتیجہ میں خود علامہ اقبال ان علماء کے ہم نوا ہو گئے تھے۔

ہماری تحقیق میں یہ بات درست نہیں ہے کہ شیعہ مجتہدین کی تنگ نظری نے بہاء اللہ کو پیدا کیا۔ بابیت اور بہائیت کی تاریخ پر نظر کرنے سے بات برعکس ثابت ہوتی ہے۔ بابیت میں نئی شریعت بنانے کا شیطانی وسوسہ خود بابیوں نے پیدا کیا۔ اس میں شیعہ علماء کا دخل نہ تھا۔ یہ تو خراسان سے دجال کے پیدا ہونے کی نبوی پیشگوئی کا ظہور تھا۔

(۷) غلبۂ اسلام کی پیشگوئی اور امام مہدی

"اسے (اسلام کو) دنیا کے ہر نظام پر غالب آکر رہنا ہے کہ لیظہرہ علی الدین کلہ اس خدا کا فیصلہ ہے جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے لہٰذا ایسا بالآخر ہو کر رہے گا ولو کرہ المشرکون"

(طلوع اسلام لاہور مئی ۷۷ء ص ۳)

الفرقان: اسلام کا یہ غلبہ تو ھو الذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین الحق کا نتیجہ قرار دیا گیا۔ خدا کے عظیم فرستادہ کے ذریعہ تکمیل شریعت ہوئی اور اب جہاں تک تکمیل اشاعت دین کا سوال ہے یہ بھی اسی عظیم فرستادہ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں ہوگی۔ ایسے وقت میں جب مسلمانوں کی حالت ابتر ہو محض کسی عالم یا لیڈر کا تکمیل اشاعت کو اپنے بیانات کی طرف منسوب کر لینا سراسر غلط ہے۔

امت مسلمہ کے بزرگوں کا اس پر اجماع چلا آرہا ہے کہ یہ غلبہ اسلام یا تکمیل اشاعت دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی

سلسلہ وار قسط ۲

سوالات اور اُن کے جوابات

سوال ۱۷: عورتوں کے پاس جو زیورات ہوتے ہیں ان کی زکوٰۃ کا کیا مسئلہ ہے۔ آیا پہنے جانے والے زیورات پر زکوٰۃ کا ادا کرنا لازمی ہے یا نہیں؟

الجواب: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے تحریر فرمایا ہے:-

"ان فقہاء نے اسلام کی ایک بڑی صداقت کو پا لیا جنہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ عورت کا وہ زیور جو پہنا جائے اور کبھی کبھی دوسری غریب عورتوں کو پہننے کے لئے دے دیا جائے اس پر زکوٰۃ نہیں۔ یہ ایک نہایت سچی بات ہے کیونکہ زکوٰۃ مال کو پاک کرنے کے لئے ہے اور جو مال خرچ ہو رہا ہو وہ جاری پانی کی طرح ہے اور کوئی چیز اسے گندہ نہیں کر سکتی۔ جو مال آج ایک کو فائدہ دے رہا ہے کل دوسرے کو، وہ بہتے چشمے کی طرح ہے جس کا پانی اس وقت یہاں ہوتا ہے تو دوسرے منٹ آگے۔"

(تفسیر کبیر صفحہ ۱۲۲ جلد اول جزو اول)

سوال ۱۸: کیا فوت شدہ بیوی کا چہرہ دیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ کہا جاتا ہے کہ وفات سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔

الجواب: قرآن مجید میں تو اللہ تعالیٰ نے نیک مردوں اور نیک بیویوں کے جنت میں بھی اکٹھا رکھنے کا وعدہ فرمایا۔ اس لئے یہ سمجھنا کہ محض موت سے ان کا رشتہ منقطع ہو گیا ہے درست نہیں۔ اس لئے خاوند کا بعد وفات اپنی بیوی کا چہرہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

سوال ۱۹: اگر ایک فوت ہونے والی مسلمان خاتون کے دنیا میں کئی خاوند رہ چکے ہوں۔ یعنی ایک کی وفات کے بعد اس کی دوسرے خاوند سے شادی ہوئی ہو اور اس کی وفات کے بعد تیسرے خاوند سے شادی ہوئی ہو اب اس کی وفات کے بعد اس نے زید سے نکاح کیا اور اس کی زندگی میں فوت ہو گئی۔ سوال یہ ہے کہ قیامت کے بعد یہ بیوی کس کی زوجیت میں ہوگی؟

الجواب: پہلے خاوند کی وفات کے بعد جب اس نے دوسرے خاوند سے شادی کر لی تو وہ پہلے خاوند کی بیوی نہ رہی۔ اب جس خاوند کی زوجیت میں اس کی وفات ہوتی ہے وہ اسی کی بیوی قرار پائے گی۔ اور قیامت کے بعد اسی کی زوجیت میں ہوگی۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر عورت پہلے خاوند کی وفات کے بعد دوسرے سے نکاح نہ کرے اور پہلے فوت ہو جائے تو وہ پہلے خاوند کی ہی زوجیت میں رہے گی اس نے دوسری شادی کی ہی نہیں۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کے وصال کے بعد شادی کی ممانعت میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ ان کا حشر بطور ازواج مطہرات کے ہو نہ کسی اور کی بیوی کے طور پر۔ یہ گویا ان کے اعلیٰ مقام کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

سوال ۱۰: سنا ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ اپنا جائز حق لینے کے لئے یا اپنا حق بچانے کے لئے اگر افسر یا حاکم کو کوئی رقم وغیرہ پیش کرنا پڑے تو یہ مجبوراً جائز ہے۔ اسے رشوت شمار نہیں کیا جائے گا۔ یہ درست ہے؟

الجواب: اللہ تعالیٰ نے رشوت اس مال کے دینے کو بیان فرمایا ہے جس کے ذریعہ سے دوسرے کی حق تلفی کی جائے قرآن مجید فرماتا ہے:۔

"وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○" (البقرۃ ع ۲۳)

یعنی حکام کو اس غرض سے کوئی مال وغیرہ پیش کرنا منع ہے جس کے ذریعہ سے دوسرے لوگوں کی حق تلفی ہوتی ہو اور ان کے مال ناجائز طور پر کھائے جاتے ہوں۔

سوال ۱۱: اسلام میں تصویر کشی کا کیا حکم ہے؟

الجواب: اللہ تعالیٰ خود انسانوں کی رحم مادر میں تصویر بناتا ہے۔ وَهُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ۔ ہر آئینہ میں انسان کی صورت نظر آ جاتی ہے تصویر کھینچنے کے آلات پہلے زمانہ میں موجود نہ تھے لوگ ہاتھوں سے تصاویر بناتے تھے۔ بت تیار کرتے تھے اور انسانوں کے مجسمے بناتے تھے اور ان کی عبادت کیا کرتے تھے

چونکہ تصویر کے ذریعہ سے شرک پھیلتا رہا ہے اور وہ تصاویر بھی غیر حقیقی ہوتی تھیں جن میں مصوّر کمی بیشی کر دیتا تھا اب فوٹو گرافی کے ذریعے سے جو تصاویر بنتی ہیں وہ حقیقی تصویر ہوتی ہیں اور ان سے صاحب تصویر کی شناخت اور اس کے چہرے کے نقوش کو دیکھ کر اس کے اخلاق اور کردار کا اندازہ کیا جا سکتا ہے اور بہت سی امراض میں بھی ایکسرے کی تصویر سراسر انسان کے فائدے کی چیز ہے۔ دنیا میں جعلسازی کو روکنے کے لئے تصویر نہایت کارآمد ثابت ہوئی ہے اسی لئے حج کرنے والوں کے لئے بھی پاسپورٹ پر فوٹو لگانا ضرورت قرار دیا گیا ہے۔

اسلام کا اصول یہ ہے کہ مفید چیز سے جائز حد تک فائدہ اٹھایا جائے اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی ضرورت ہو تو تصویر کھنچوانا جائز ہے۔ لیکن بطور لغو کے اس طریق کو اختیار کرنا روا نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں اپنی تصویر کھنچوانے کی غرض و غایت بیان فرمائی ہے اور اسے تبلیغ کا کارآمد ذریعہ قرار دیا ہے اور ساتھ ہی جماعت کو یہ تلقین بھی فرمائی ہے کہ میری تصویر کی اشاعت میں ایسا طریق اختیار نہ کیا جائے جس سے شرک پھیلنے کا اندیشہ ہو۔ یہ پابندی حضورؑ نے اپنی تصویر کے متعلق لگائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مسیح موعود بنایا ہے۔ عام تصویر کسی فائدہ کے خاطر کھنچوانا جائز اور مباح ہے۔

ٹیلی ویژن کے متعلق جواب پر تعاقب

الفرقان اپریل ۷۷ء کے سوال و جواب کے صفحہ پر

ٹیلی ویژن سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ کی مختصر
مگر جامع نگارشات پڑھیں۔ آپ نے قارئین کو بھی اس بارہ
میں اظہار رائے کی دعوت دی ہے جس سے استفادہ کرتے
ہوئے خاکسار چند معروضات پیش کرتا ہے:۔

ٹی وی کے مفید پہلوؤں سے انکار نہیں اور یہ بھی
ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ نہ ذاتہ کوئی چیز نہ اچھی ہے نہ بُری
بلکہ اس کے استعمال کا طریق ہی اسے اچھا یا بُرا اور مفید
یا مضر بناتا ہے۔ جہاں تک ٹی وی پروگراموں کا تعلق ہے
ان کا ایک بڑا حصہ فلمی مناظر، ناچ گانے، گھٹیا اور ہیجان انگیز
حرکات، حیا سوز تصاویر اور بازاری قسم کے مکالمات پر
مشتمل ہوتا ہے۔ اس اعتبار سے سینما اور ٹی وی میں کوئی
فرق نہیں اور ٹی وی کے مذکورہ بالا مخرب حصہ کے بارہ میں
ہمارے جماعت کے احباب کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ
عنہ کے ان فرمودات کو پیش نظر رکھنا چاہیئے جو سینما کے
بارے میں ہیں۔ حضورؓ کا مندرجہ ذیل ارشاد ریڈیو اور ٹی وی
کے سلسلہ میں احباب کے لئے اصولی طور پر مشعل راہ ہے۔ حضورؓ
فرماتے ہیں:۔

"بے شک ریڈیو کے ذریعہ بعض اچھی چیزیں
بھی نشر کی جاتی ہیں مگر ناچ اور گانا ایسی گندی
چیزیں ہیں جنہوں نے ہر گھر کو ڈوم اور میراثی بنا
دیا ہے اور ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے
آپ کو اور باقی دنیا کو اس کے ضرر سے بچائے
اور اس کا صرف مفید پہلو قائم رکھے۔"

(تاریخ احمدیت جلد نہم ص ۳۶۲)

نیز حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

"دوستو ہرگز نہیں یہ ناچ اور گانے کے دن
مشرق و مغرب میں کیا اب دیں کو پھیلانے کے دن"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپؑ کی جماعت کو
تمام ادیان باطلہ پر عالمگیر غلبۂ اسلام کا عظیم کام سونپا گ
اللہ تعالیٰ نے اس مقدس فریضہ کی تکمیل و تعمیل کے سلسلہ میں
یہ اہم الہام فرمایا:۔

"اَنْتَ الشَّيْخُ الْمَسِيْحُ الَّذِيْ لَا
يُضَاعُ وَقْتُهٗ۔"

کہ تو وہ بزرگ مسیح موعود ہے جس کا وقت ضائع
نہیں ہوگا۔

پس مذکورہ بالا ارشادات ہمیں اس طرف متوجہ کرتے ہیں
کہ نظام سلسلہ، عہدیداران جماعت، معلمین و مربیان کرا
اور احمدی والدین ارشاد ربانی۔ فَذَكِّرْ اِنَّ الذِّكْرٰ
تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ پر عمل کرتے ہوئے اور امر بالمعرو
اور نہی عن المنکر کے فرمانِ خداوندی کو حرز جان بنا
ہوئے:

(۱) احباب جماعت (مردوں، عورتوں اور بچوں) ک
یہ امر بار بار ذہن نشین کرواتے رہیں کہ اپنے مقام
لحاظ سے وہ غلبۂ اسلام کی عظیم اور عالمگیر مہم
کے ہوائی فدائی مزدور ہیں جنہوں نے امام الزمان ک
ہاتھ پر بیعت کر کے دین کو دنیا پر مقدم رکھ
کا عہد کیا ہوا ہے اس لئے جب تک ساری دنی
اسلام اور اسلامی تعلیمات غالب نہیں آجات
وہ خلیفۂ وقت کی تمام تحریکات و احکام پر عم
پیرا ہوتے ہوئے خدمت اسلام میں ہمہ تن مصرو

رہیں گے۔

(۲) مومن کی شان هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ (وہ لغو کاموں سے مجتنب رہتے ہیں) ہے لہٰذا احباب جماعت کے انتہائی قیمتی وقت کا کوئی حصّہ بھی ریڈیو کے گانوں، ٹی وی اور سینما وغیرہ لغویات و مکروہات پر ضائع نہیں ہونا چاہیئے۔

(۳) ٹی وی رکھنے والے دوست اپنے گھروں میں اس امر کی نگرانی کریں کہ ان کے گھر کا کوئی فرد نمازوں کے اوقات اور دینی اجتماعات و ضروریات کو ٹی وی کے پروگراموں پر قربان نہ کرے کہ یہ بڑے ہی خسران و نقصان والا سودا ہوگا اور اس بارہ میں احمدی والدین اور سرپرست حضرت مصلح موعودؓ کے اس ارشاد گرامی پر سختی سے عمل کریں کہ :-

"ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ
کو اور باقی دنیا کو اس کے ضرر سے بچائے
اور اس کا صرف مفید پہلو قائم رکھے۔"

(۴) سوال صرف ریڈیو، ٹیلی ویژن اور سینما کی مضرتوں اور تباہ کاریوں سے بچنے بچانے کا ہی نہیں بلکہ اصل سوال یہ ہے کہ اس زمانہ میں متاع اخلاق و ایمان کو ویران کرنے والے بے شمار ذرائع پائے جاتے ہیں جن سے بچنے اور محفوظ رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ احباب جماعت قرآن کریم کے فرمان - قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا پر صدق دل سے عمل کرتے ہوئے اپنا عملی نمونہ اسلامی اخلاق کے مطابق بنانے کے ساتھ ساتھ اپنے بچوں اور زیر نگرانی افراد و متعلقین کی تربیت کی طرف ساری توجہ صرف کریں۔ ان کے دلوں میں اسلام و احمدیت، نظام سلسلہ اور خلیفۂ وقت سے محبت اور وابستگی کے جذبات پیدا کریں۔ انہیں ہر نماز باجماعت کا پابند بنا دیں۔ جمعہ اور دینی اجتماعات اور سلسلہ کی تحریکات اور ذمہ داریوں کا احساس اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد ان کے اذہان میں اچھی طرح راسخ کر دیں تو پھر بفضلِ ایزدی یہ ممکن ہی نہیں رہیگا کہ کوئی احمدی ریڈیو، ٹی وی یا دوسری لغویات میں محو ہو کر اپنی دینی و روحانی اور علمی و اخلاقی قدروں کو پامال کرتے ہوئے اپنے گراں قدر وقت کی وہ متاع عزیز جس کی اسلام کو ضرورت ہے اسے یوں بے دردی سے ضائع کر دے اور خدانخواستہ خدمت دین کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے بے شمار خدائی فضلوں سے اپنے آپ کو محروم کر لے۔ خدا کرے کہ کبھی ایسا نہ ہو۔

(۵) اس زمانہ کے تمام روحانی زہروں کا تریاق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں میں ہے جو کہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر پر مشتمل ہیں۔ پس اپنے ہر روز کے معمولات میں مطالعہ کتب مسیح موعود علیہ السلام کو بھی شامل کیجئے۔ ؎

"اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما"

نذیر احمد خادم

قائد مجلس خدام الاحمدیہ ضلع خیرپور

○

"یارب کجاست محرمِ رازِ مکاشفات"

از قلم جناب مولوی عزیز الرحمٰن صاحب منگلا مربی سرگودھا

اسلام میں پیشگوئی نزولِ ابنِ مریمؑ ایک مشہور پیشگوئی ہے جو متواتر نسلاً بعد نسلٍ چودہ صد سال سے اُمّتِ محمّدیہ میں مشہور ہے۔ اس پیشگوئی کی بنیاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلّم کے مکاشفات پر مبنی ہے۔ مکاشفات کا عالَم بھی ایک عجیب عالَم ہے جس میں رازوں، اشاروں اور کنایوں سے ایک بات کو سمجھایا جاتا ہے۔ ان میں ایک پہلو اخفاء کا ہوتا ہے اور ایک پہلو اظہار کا، جس طرح خواب قابلِ تعبیر ہوتے ہیں اسی طرح مکاشفات بھی محلِ تعبیر ہوتے ہیں۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس مکاشفہ کا مطلب صرف یہ تھا کہ آپ کو دکھایا گیا کہ آخری زمانہ میں عیسٰےؑ ابن مریمؑ کی طرح کا ایک شخص آپؐ کی امّت میں ظاہر ہوگا۔ جو خُو، بُو، اخلاق اور کمالات میں حضرت عیسٰیؑ کا مثیل ہوگا اور آسمان پر اس کا نام عیسٰی ہوگا۔ بعض بزرگوں نے اس کو ظاہر پر حمل کیا۔ اور پیشگوئی کے راز کو نہ سمجھ سکے اور تعبیر کو نہ پا سکے۔ اس مکاشفہ نبوی صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سمجھنے کے لئے دو بزرگانِ دین کے کشوف درج کرتا ہوں جو کسی حد تک اس پیشگوئی کے مفہوم کے سمجھنے میں ممد ثابت ہو سکتے ہیں۔

پہلا کشف

فرقہ امامیہ کے ایک مشہور پیشوا شیخ مفیدؒ گزرے ہیں ۴۱۳ھ میں وفات پائی۔ شریف رضیؒ اور مرتضیٰؒ کے استاد تھے۔ شریف رضیؒ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے نہج البلاغہ کو جمع کیا۔ شیخ مفیدؒ نے فقہ امامیہ پر ایک رسالہ "مقنعہ" نامی لکھا جس کی شرح "تہذیب الاحکام" نامی شیخ ابوجعفر طوسی نے لکھی ہے اور فقہ امامیہ کی مستند کتاب ہے۔

نہج البلاغہ کی مشہور شرح مصنّفہ ابن ابی الحدید میں لکھا ہے:۔

"رأی المفیدُ ابو عبد اللہ محمّد بن محمّد بن النعمان الفقیہ الامامی فی منامہ:۔

کأنّ فاطمۃَ بنت رسُوْلِ اللہ صلّے اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دخلت الیہ و ھو فی مسجدہٖ بالکرخ و معھا ولداھا الحسن والحسین علیھما السلام صغیرین فسلّمتھما الیہ

وقالت له علّمهما الفقه فانتبه
متعجبا من ذلك۔ فلما تعالى النهار
في صبيحة تلك الليلة۔ دخلت اليه
فاطمة بنت الناصر وحولها ابناها
محمد الرضي وعلي المرتضى
فقالت ايها الشيخ هذان ولداي
قد احضرتهما اليك لتعلمهما الفقه
فبكى ابو عبد الله وقصّ عليها المنام
وتولّى تعليمهما۔"

ترجمہ: شیخ مفیدؒ نے خواب میں دیکھا کہ گویا حضرت فاطمہؓ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو بچوں حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کو ساتھ لے کر مسجد میں شیخ کے پاس تشریف لائیں اور درخواست کی کہ شیخ صاحب! میرے ان دو بچوں کو آپ فقہ کی تعلیم دیں جب شیخ موصوف جاگے تو حیران ہوئے یہ کیا معاملہ ہے۔ اسی دن صبح کو فاطمہ بنت ناصر اپنے دو بچوں رضی اور مرتضیٰ کو ساتھ لے کر مسجد میں شیخ کے پاس تشریف لائیں اور درخواست کی کہ شیخ صاحب میرے ان دو بچوں رضی اور مرتضیٰ کو آپ فقہ کی تعلیم دیں۔ آپ یہ دیکھ کر رو پڑے اور حضرت فاطمہ بنت ناصر کو رات کا کشف سنایا۔ اور پھر ان دونوں کی اچھی طرح تعلیم و تربیت کی جس کے نتیجہ میں ان دونوں نے علوم میں کمال حاصل کیا۔

(بحوالہ مقدمہ تہذیب الاحکام صفحہ ۱۱ مطبوعہ طہران — بازار سلطانی)

دوسرا کشف

حضرت شیخ مجدد الف ثانیؒ کا ہے جس کو حضرات القدس سے نقل کیا جاتا ہے جو آپ کے ایک خلیفہ خاص نے لکھی تھی اور محکمہ اوقاف پنجاب نے شائع کی ہے:۔

"حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ روزے
از حافظ سورہ طٰہٰ مے شنیدند۔ فرمودند کہ
حضرت عیسیٰ را دیدم کہ در مجلس حاضر است۔ چوں
نیک تامل کردم کہ از نسل ما است۔
دراں وقت القا شد کہ از تو فرزندے آید کہ
بر قدم حضرت عیسیٰ خواہد بود۔"

(حضرات القدس صفحہ ۹۷ مصنف بدرالدین سرہندیؒ مطبوعہ لاہور۔ محکمہ اوقاف پنجاب)

ترجمہ: ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ ایک حافظ سے سورۃ طٰہٰ سن رہے تھے کہ آپ پر کشفی حالت طاری ہو گئی۔ فرمایا میں نے دیکھا ہے اس مجلس میں حضرت عیسیٰؑ بھی موجود ہیں اور جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ تو میری نسل سے ہیں۔ اس کے بعد مجھے القاء ہوا کہ مجھ سے ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جو حضرت عیسیٰؑ کے قدم پر ہوگا اور عیسوی کمالات رکھتا ہوگا۔

چنانچہ کچھ عرصہ بعد آپ کے لڑکے محمد عیسیٰ رحم میں آئے اور مدت گزرنے کے بعد پیدا ہوئے اور ان کا نام محمد عیسیٰ رکھا گیا

موعود اقوام عالم کی آمد

محترم مولوی محمد صدیق صاحب فاضل ایم اے ربوہ

سنو اے سننے والو پھر جہاں میں انقلاب آیا
کہ جس کے منتظر تھے سب وہ رشکِ ماہتاب آیا

مبارک ہو تجھے اے اُمتِ محبوبِ ربانی
پلٹ کر حسبِ وعدہ پھر ترا عہدِ شباب آیا

جہاں کو نورِ قرآں سے منور کر دیا جس نے
محمد مصطفیٰؐ کا وہ بروزِ لاجواب آیا

وہی مے اور میخانہ، وہی پیرِ مغاں لیکن
نئے انداز سے گردش میں اب دورِ شراب آیا

گلستانِ شہِ ہر دوسرا کی پاسبانی کو
اسی فیضِ مجسم سے وہ ہو کر فیضیاب آیا

ترستی تھی نظر صدیوں سے جن کی، رُوئے مہدیؑ کو
بحمد اللہ اُن کی التجاؤں کا جواب آیا

چمن والو اٹھو اپنے چمن کی رونقیں دیکھو
بہاریں ہی نہیں آئیں، بہاروں پر شباب آیا

ہوئے جس کے لئے شمس و قمر تاریک رمضاں میں
مسیحؑ و مہدیٔ دوراں، وہ مردِ کامیاب آیا

غلامِ احمدِ مرسل ہوئے مبعوث خود پہلے
پھر اُن کے بعد رحمت کا نشاں، عالم کیاب آیا

تجلی قدرتِ ثانی کی ہر اک آنکھ نے دیکھی
کچھ اس اندازِ رعنائی سے رشکِ ماہتاب آیا

جہاں میں ہر طرف جنگوں کے یہ شعلے بتاتے ہیں
بشر پھر کبر و نخوت کے سبب زیرِ عتاب آیا

سزا دیتا نہیں مولا کسی کو بے سبب ہرگز
معاصی بڑھ گئے حد سے تو دنیا پر عذاب آیا

حاصلِ مطالعہ

جناب مولانا دوست محمد صاحب شاہد کے قلم سے

(۱) حضرت علیؓ کا نکتہ معرفت

لکھا ہے:-

"جناب امیر علیہ السلام کا مشہور قول ہے کہ جو کچھ قرآن مجید میں ہے وہ سب سورۃ حمد میں ہے اور جو سورۃ حمد میں ہے وہ سب کچھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں ہے اور جو کچھ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں ہے وہ ب میں ہے اور جو کچھ ب میں ہے وہ ب کے نقطہ میں ہے"

(القرآن المبین" صفحہ ۲ حاشیہ برترجمہ قرآن۔ ناشر انصاف پبلشنگ کمپنی لاہور)

(۲) نظامِ مصطفےٰ کا بنیادی منشور

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تاریخی خطبہ حجۃ الوداع کا ایک اہم حصہ:-

"ايها الناس ان دمائكم واموالكم حرام عليكم الى ان تلقوا ربكم كحرمة يومكم هذا في بلدكم هذا في شهركم هذا"

(جمہرۃ الخطب۔ صفحہ ۵۵ بحوالہ خطباتِ نبویؐ۔ مطبوعہ تاج کمپنی لاہور)

فرمایا۔ اے لوگو تمہارے خون اور مال اسی طرح تم پر حرام ہیں۔ یہاں تک کہ تم اپنے رب سے جاملو جس طرح یہ تمہارا شہر (مکہ) اور تمہارا یہ مہینہ (ذوالحجہ) مقدس ہے۔

(۳) سمِّ قاتل

جناب مودودی صاحب نے ۲۵ اگست ۱۹۴۱ء کو جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی اور اولیں ہدایت دی کہ:-

"جلسے اور جلوس، جھنڈے اور نعرے، یونیفارم اور مظاہرے، ریزولیوشن اور ایڈریس، بے لگام تقریریں اور گرماگرم تحریریں اور اس نوعیت کی تمام چیزیں ان تحریکوں کی جان ہیں مگر اس تحریک کے لئے سمِّ قاتل ہے۔" (روداد جماعت اسلامی حصہ اول صفحہ ۲۶-۲۸)

(۴) جمہوری انتخاب کی مثال

مودودی صاحب اپنی کتاب مسلمان اور موجودہ سیاسی

کشمکش "حصہ سوم ص۱۷۵ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"جو لوگ روح و اخلاق کے اعتبار سے مسلم نہ ہوں بلکہ محض اصطلاحی و نسلی حیثیت سے مسلمان ہوں ان کو اگر بیرونی اثر و اقتدار سے کامل آزادی نصیب بھی ہو جائے اور اگر ان کے جمہور کو خود اپنی پسند کے مطابق نظام حکومت قائم کرنے کا پورا اختیار بھی حاصل ہو تب بھی حکومتِ الٰہی وجود میں نہیں آسکتی...... جمہوری انتخاب کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے دودھ کو بلو کر مکھن نکالا جاتا ہے **اگر دودھ زہریلا ہو تو اس سے جو مکھن نکلے گا قدرتی بات ہے کہ وہ دودھ سے زیادہ زہریلا ہوگا۔"**

(۵) اسلام اُمیدواری کا مخالف ہے

جناب مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"انتخاب کے جو طریقے ہم نے اپنے سابق مغربی آقاؤں اور اُستادوں سے سیکھے ہیں ان میں فتنے کی جڑ امیدواری ہے۔ امیدواری اپنی اصل حقیقت کے اعتبار سے حکومت کی ہوس، طاقت کی حرص اور اقتدار کے لالچ کا دوسرا نام ہے...... یہ خرابیاں محض شخصی امیدواری کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہیں جن لوگوں کو سیاسی پارٹیاں اپنے ٹکٹ پر کھڑا کرتی ہیں اُن کی امیدواری میں بھی یہی سب خرابیاں پائی جاتی ہیں۔ بلکہ اس صورت میں خرابیوں کا پیمانہ کچھ زیادہ ہی وسیع ہو جاتا ہے...... اسلام اسی وجہ سے امیدواری کا مخالف ہے۔ اس نے یہ مستقل اصول قائم کیا ہے کہ حکومت میں ذمہ داری کا منصب ایسے شخص کو نہ دیا جائے جو خود اس کا طالب ہو اس باب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بالکل واضح ہیں...... بخاری و مسلم کی ایک روایت ہے۔ انا واللہ لا نولی علی ھٰذا العمل احداً سألہ ولا احداً احرص علیہ خدا کی قسم ہم اس حکومت کے کسی منصب پر کسی ایسے شخص کو مقرر نہیں کرتے جو اس کا طالب ہو اور نہ کسی ایسے شخص کو جو اس کا حریص ہو۔ دوسری روایت میں ہے —— لا نستعمل علیٰ عملنا من ارادہٗ ہم اپنی حکومت کے کام میں کسی ایسے شخص کو استعمال نہیں کرتے جو اس کی خواہش رکھتا ہو۔ ان اخونکم عندنا مَنْ طلبہ۔ ہمارے نزدیک سب سے بڑا خائن وہ شخص ہے جو اس چیز کا طالب ہو۔ رسولِ برحق کے یہ ارشادات بجائے خود حکمت و دانائی کے جو اہر تھے جن کی سچائی پر عقلِ عام گواہی دے رہی تھی لیکن اب تو زمانے کے تجربات نے بھی ان پر مہر تصدیق ثبت کردی ہے اب ہم کو اس امر میں کوئی شبہ باقی نہیں رہا ہے کہ ہماری اجتماعی زندگی اور قومی سیاست کو جن چیزوں نے سب سے بڑھ کر گندا کیا ہے۔ اُن میں سے ایک یہ امیدواری اور پارٹی ٹکٹ کا طریقہ ہے اسی بناء پر جماعت اسلامی

نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ اس ناپاک طریقِ انتخاب کی جڑ کاٹ دی جائے"

پھر لکھتے ہیں:۔

"جماعت اسلامی اپنی انتخابی جدوجہد میں خاص طور پر یہ بات عوام الناس کے ذہن نشین کرے گی کہ امیدواری کرا ٹھنا اور اپنے حق میں ووٹ مانگنا آدمی کے غیر صالح اور نااہل ہونے کی پہلی اور کھلی ہوئی علامت ہے۔ ایسا آدمی جب کبھی اور جہاں کہیں سامنے آئے۔ لوگوں کو فوراً سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ ایک خطرناک شخص ہے اس کو ووٹ دینا اپنے حق میں کانٹے بونا ہے"

(جماعت اسلامی کی انتخابی جدوجہد۔ ص۲ تا ص۴۔ مطبوعہ ثنائی پریس سرگودھا قریباً ۱۹۴۹ء)

(۶) ایک پُرحکمت حدیث اور اُس کی لطیف شرح

حدیث میں ہے:۔

"ستکون اثرۃ وامور تنکرونھا قالوا یارسول اللہ فما تأمرنا قال تؤدّون الحق الّذی علیکم وتسألون اللہ الّذی لکم"

یعنی ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے کہ ایسے حاکم ہو جائیں گے کہ جو اپنے لئے بھلائی چاہیں گے اور تمہارے آرام کی فکر نہ رکھیں گے اور ایسے امور ظاہر ہوں گے جو تم کو بُرے معلوم ہوں گے صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ایسے وقت میں ہمیں کیا حکم ہے؟ فرمایا جو حکام کے حقوق تمہارے ذمہ ہیں۔ اُن کو تم ادا کرو اور جو تمہارے حقوق اُن کے ذمہ ہیں انھیں خود طلب نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ پر ڈال دو کہ وہ خود اُن کا ذمہ دار ہو۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء میں اس پُرحکمت حدیث کی نہایت لطیف تشریح بیان کی چنانچہ فرمایا:۔

"کسی زمانہ میں تو یہ حکم ہے کہ خوب اپنے حقوق طلب کرو اور کسی زمانہ میں یہ حکم ہے کہ جو کچھ ملتا ہے اسے خاموشی سے قبول کرو۔ مقابلہ تو الگ رہا حکام سے اپنے حقوق کا مطالبہ بھی نہ کرو اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنی پہلی حالت پر چلی جائیں تو چلی جائیں لیکن اگر ان کی حالت میں ذرہ بھی تغیر آجائے تو خواہ وہ بہتری کی طرف ہی ہو لیکن وہ مہلک ثابت ہوتا ہے کیونکہ کمزوری ظاہر ہو جاتی ہے ایسی حالت میں ملک کا حکومت کے خلاف اٹھ کھڑا ہونا اس کی تباہی کا یقینی باعث ہو جاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکام سے حقوق طلب کرنے سے بھی روک دیا تا ایسا نہ ہو کہ حقوق طلب کرتے کرتے اپنی حکومت کو ہی تباہ نہ کر لیں۔" (برکاتِ خلافت ص۵۵ تا ص۵۶۔ مطبوعہ قادیان طبع اوّل)

(۷) خدا تعالیٰ کے خادموں میں نام

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جلسہ سالانہ ۱۹۱۴ء پر

یہ بھی ارشاد فرمایا کہ :-

"تم خدا تعالیٰ کے دربار میں وائسرائے اور لفٹیننٹ گورنر ہو۔ تمہیں دنیا کے کسی درجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مسیح موعود کا خادم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا خادم ہے اور آنحضرت کا خادم خدا تعالیٰ کا خادم ہے۔ اس لئے تمہارے نام خدا تعالیٰ کے خادموں میں لکھے گئے ہیں۔ اس سے بڑھ کر انسانوں کو اور کیا فخر مل سکتا ہے۔ ایک صحابی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے فرمایا ہے کہ میں تمہیں سورۃ فاتحہ یاد کراؤں اس نے عرض کی۔ یا رسول کیا خدا تعالیٰ نے میرا نام لے کر آپ کو یہ فرمایا ہے۔ آپ نے کہا۔ ہاں! تمہارا نام لے کر فرمایا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ زور سے رونے لگ گیا کہ کیا میری بھی اتنی حیثیت ہے کہ خدا تعالیٰ میرا نام لے۔ ہم پر خدا تعالیٰ کے کتنے احسانات اور اس کی کس قدر نعمتیں ہیں کہ جس اس نے یاد کیا ہے۔ دنیا میں اگر کسی کو کوئی چھوٹا افسر بھی بلاتا ہے تو وہ پھولا نہیں سماتا لیکن افسوس اور صد افسوس اس پر جس کو خدا تعالیٰ بلائے اور وہ اس کے بلانے کی قدر نہ کرے تم کو خدا نے بلایا ہے دنیا کے بادشاہ اور قیصر تمہیں وہ نہیں دے سکتے جو خدا تعالیٰ دے سکتا ہے۔۔۔۔۔۔ دنیا کے مال و متاع، مائدہ و نعمت کے لحاظ سے اور لوگ تم سے زیادہ اور بہت زیادہ ہیں مگر دین کے خزانے صرف تمہارے ہی پاس ہیں۔"

○

مکتوب گرامی

از محترم مولانا قاضی محمد نذیر صاحب فاضل

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ

کا اہم اعلان

مکرمی مولانا ابو العطاء صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ مصلح موعود کی پیشگوئی میں "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کی تشریح میں خود حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ نے جلسہ سالانہ ۱۹۶۵ء میں اس پیشگوئی کا چوتھا لڑکا اپنے آپ کو قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ نے بیان فرمایا :-

"پھر خدا نے فرمایا تھا کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا"۔ ایک ہی پیشگوئی بعض دفعہ کئی واقعات پر مشتمل ہوتی ہے۔ کئی لحاظ سے یہ پیشگوئی پہلے بھی پوری ہو چکی ہے لیکن اس کے ایک معنی یہ بھی تھے کہ جن چار لڑکوں کی اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بشارت دی تھی ان میں سے چوتھا لڑکا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے صلب سے پیدا ہوگا۔ اور وہ بمنزلہ مبارک احمد کے ہوگا۔ جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی تحریر فرمایا ہے۔ سو اس لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔"

(الفضل ۴ فروری ۱۹۶۶ء)

خاکسار

محمد نذیر

○

مصلح موعودؓ کی پیشگوئی میں الہامِ الٰہی

"وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" — "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ"

کی :

ایمان افروز تشریح

از قلم محترم جناب ماسٹر امیر عالم صاحب حال لیہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی الہامی پیشگوئی دربارہ مصلح موعودؓ کے متعلق جماعت احمدیہ کا شروع سے عقیدہ ہے کہ یہ پیشگوئی حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات بابرکات میں بتمام و کمال پوری ہو چکی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خود بھی بذریعہ الہام الٰہی اپنی زندگی میں اس پیشگوئی کے اپنی ذات میں پورا ہونے کا اعلان فرما دیا تھا۔

غیر مبائعین پیشگوئی کو تو درست مانتے ہیں مگر وہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضؓ کو اس کا مصداق ماننے سے منکر ہیں ان کا اعتراض یہ ہوتا ہے کہ الہام کے الفاظ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" آپ پر چسپاں نہیں ہوتے علماء سلسلہ احمدیہ نے اس کی تطبیق بار بار وضاحت پیش کی ہے مگر یہ پہلو کہ اس حصہ الہام کو ساتھ والے حصہ "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کے ساتھ ملا کر اور اس کی روشنی میں حل کیا جائے۔ اس بارے میں جناب ماسٹر امیر عالم صاحب کا اچھوتا مضمون درج ذیل کیا جاتا ہے۔ محترم جناب قاضی محمد نذیر صاحب فاضل نے بھی اس مضمون پر نظر ثانی فرمائی ہے۔

(ایڈیٹر)

ہمارے غیر مبائع بھائی کہتے ہیں کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" سے مراد حضرت مسیح موعودؑ کی نسل سے ہونے والا آئندہ زمانہ میں کوئی شخص ہے جو آپ کا چوتھا بیٹا کہلائے گا۔ ان کے نزدیک یہ الہامی فقرہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چسپاں نہیں ہو سکتا۔ بدیں وجہ کہ آپ تو حضرت ام المومنین رض سیدہ نصرت جہاں بیگم کے بطن سے زندہ رہنے والے پہلے بیٹے ہیں نہ کہ چوتھے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رض، حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مبشر اولاد میں سے لمبی عمر پانے والے پہلے لڑکے ہی ہیں۔ ان کے بعد ان کے دو حقیقی بھائی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رض اور حضرت مرزا شریف احمد صاحب رض بھی عمر پانے والے مبشر لڑکے تھے۔ جب یہ تینوں بزرگ زندہ موجود تھے تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رض کے ہاں صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب پیدا ہوئے جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک الہام میں بطور نافلہ مسیح موعود کا لڑکا بھی قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رض کے واسطہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین لمبی عمر پانے والے مبشر فرزندوں کو حضرت مرزا ناصر احمد کی پیدائش سے بھی "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کی پیشگوئی کا مصداق بنا دیا کیونکہ مسیح موعود علیہ السلام کے تین لمبی عمر پانے والے صلبی فرزندوں کے بعد آپ لمبی عمر پا کر دوشنبہ کے دن مسند خلافت پر سرفراز ہوئے۔ پہلے فقرے میں "ہوگا" کا لفظ اس علامت کو مستقبل سے متعلق قرار دے رہا تھا۔ لہٰذا ان فقروں کے یہ معنی نہیں تھے کہ مصلح موعود اپنی پیدائش پر معاً تین کو چار کر دے گا۔ بلکہ اس علامت کا تعلق زمانہ مستقبل سے تھا۔ بالخصوص اس چوتھے فرزند کے لمبی عمر پا کر مسند خلافت پر دوشنبہ کے دن سرفراز ہونے سے۔ خاکسار حضرت مسیح موعودؑ کے اس الہام "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کے متعلق سوچ رہا تھا کہ یکایک ذہن میں یہ بات آئی۔ اگر دوشنبہ کا دن حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ سے کسی طرح تعلق رکھنے والا ثابت ہو تو اس مربوط الہام کے دونوں فقروں کے اکٹھے پایا جانے کا سربستہ راز کھل جائے گا۔ میں نے تقویم کے قاعدہ سے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب کی تاریخ پیدائش[1] ۱۵ر نومبر ۱۹۰۹ء کا دن نکالا تو وہ دوشنبہ یعنی پیر کا دن ہی نکلا اور آپ کی خلافت بھی جو مسیح موعودؑ کی برکات کے تسلسل میں مبارک امر ہے دوشنبہ کو ہی قائم ہوئی۔

اس طرح "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کا عقدہ حل ہو جانے سے الہام کے دونوں فقرات باہم مربوط ہو کر نئے رنگ میں حل ہو گئے ہیں۔

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رض خود اپنے فرزند اکبر کو اپنے واسطہ سے مسیح موعود علیہ السلام کا چوتھا بیٹا بنا دینے کی وجہ سے خود بھی "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے

---

[1] الفرقان: اخبار بدر قادیان ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء کے صفحہ ۲ پر لکھا ہے:
"اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے صاحبزادہ والا تبار مرزا محمود احمد صاحب کے مشکوئے معلیٰ میں ۱۵ر نومبر کی رات کو جس کی صبح کو ۱۶ر نومبر ہے بیٹا عطا فرمایا ہے" (بدر۔ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۲)

الہٰی الفاظ کا مصداق ہو جاتے ہیں۔ اور آپ ہی مصلح موعودؓ قرار پاتے ہیں اور "دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ" کا تعلق بھی بواسطہ اس چوتھے لڑکے کے مصلح موعود سے ثابت ہو جاتا ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ پیشگوئی متعلق مسیح موعود "یتزوّج و یولد لہٗ" کے الفاظ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود یہ مضمون اخذ کیا تھا کہ مسیح موعود ایک نیک اور پارسا عورت سے شادی کرے گا اور اس کے بطن سے مصلح موعودؓ پیدا ہوگا جیسا کہ حضور تحریر فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل
میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے
گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو کہ
آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا اس لئے اس
نے پسند کیا کہ اس خاندان (خاندان سادات
ناقل) کی لڑکی میرے نکاح میں لادے اور اس
سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن
کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں
زیادہ سے زیادہ پھیلا دے۔"

(تریاق القلوب۔ صفحہ ۶۴-۶۵)

حضرت اُمّ المومنین سیدہ نصرت جہاں بیگم رضؓ کے نکاح سے سوا سال بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان کے آریوں کی طرف سے نشانِ آسمانی کے مطالبہ پر ہوشیار پور میں شیخ مہر علی صاحب رئیس کے مکان میں چالیس دن تک گوشہ نشینی کی حالت میں خدا تعالیٰ سے آسمانی نشان دکھانے کی دعا جاری رکھی۔ اور خدا تعالیٰ کی طرف سے دعا کی قبولیت سے متعلق حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ:۔

"اس عاجز کی دعا کو قبول کر کے ایسی بابرکت
روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری اور باطنی
برکتیں زمین پر پھیلیں گی۔"

اس بابرکت روح کا بطور نشان بھیجا جانا مطالبۂ نشان کرنے والے آریوں کے زمانے میں ہی ضروری تھا لہٰذا مصلح موعود کا بھیجا جانا جیسا کہ غیر مبائعین کا خیال ہے کسی آئندہ صدی سے متعلق قرار نہیں دیا جا سکتا۔

اس نشانِ رحمت پر مشتمل پوری پیشگوئی کی اشاعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء میں فرمائی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اس پیشگوئی میں دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی "یتزوّج و یولد لہٗ" کے پورا ہونے کی طرف ہی اشارہ تھا جس کے پورا ہونے کا علم آپ کو بذریعہ وحی الٰہی دیا گیا تھا۔ اور اس پیشگوئی کے مطابق حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتاریخ ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء پیدا ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسی روز اشتہار بعنوان "تکمیل تبلیغ" مورخہ ۱۲ رجنوری ۱۸۸۹ء میں تحریر فرمایا کہ "پسر موعود" پیدا ہو گیا ہے۔ جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے۔ پھر آپؑ نے اس خوشخبری کے پورا ہونے کا ذکر بارہا اپنی بعد کی تصنیفات میں فرمایا۔ اشتہار ہذا کے عنوان "تکمیل تبلیغ" میں اشارۃً مخفی تھا کہ مصلح موعود کے زمانہ میں تبلیغ اسلام کا کام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ گویا مصلح موعود کا تکمیلِ اشاعتِ دین میں ایک خاص حصہ ہوگا۔

اب واقعات کی روشنی میں مصلح موعود کی پیشگوئی پر بنظر غور فرمائیے۔ بموجب بیانات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

یہ پیشگوئی دراصل دو سعید لڑکوں .... بشیر اول اور مصلح موعود کے ذکر پر مشتمل تھی۔ اور ان کے ذکر کے تسلسل میں یہ الہام نازل ہوا تھا:- "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا - دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" جس میں چار مقتدر ہستیوں کا کچھ بین السطور ذکر موجود ہے جن کا نام لے کر تو اس میں ذکر نہیں کیا گیا مگر اشارۃً اور معناً ذکر موجود ہے۔ جیسا کہ خواتین مبارکہ سے نسل اور ذریت کے بڑھنے کی پیشگوئی بھی ان الہامات میں موجود ہے۔

پیشگوئی میں "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کے بارے میں خاکسار یہ وضاحت کرنا چاہتا ہے کہ ان میں مصلح موعود کے ذکر کے علاوہ حضرت مرزا صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کی ذات بابرکات کی طرف بھی اشارہ "چار" کے لفظ میں موجود ہے واللہ اعلم بالصواب۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مصلح موعود کی بشارت دی۔ مصلح موعود کی اس پیشگوئی کے رونما ہونے والے واقعات سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی ذات میں مصلح موعود کی پیدائش کا باعث تخلیقی جوہر فعالیت ودیعت کیا تھا اور اس جوہر سے حضرت مصلح موعود پیدا ہوئے۔

مصلح موعود کی پیدائش سے پہلے بشیر اول کی موت کا غمناک حادثہ وقوع میں آیا۔ جس پر مومنین جماعت کا صبر و استقلال دیکھ کر رحمتِ الٰہی کا ظہور بصورت مصلح موعود ہوا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ۔

خدا تعالیٰ کے انزالِ رحمت کا یہی طریق ہے کہ غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں کے لئے اس کے بدلہ میں اولیا اور خلفاء کو بھیجتا ہے لہٰذا اس پیشگوئی کے اس فقرہ میں کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" بالخصوص اللہ تعالیٰ کا یہی مقصد معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اس پیشگوئی میں دو شخصیتوں یعنی مصلح موعود اور چوتھے فرزند موعود کا ذکر بہرحال موجود ہے

پس حضرت مسیح موعود کا ایک صلبی فرزند مصلح موعود ہونے والا تھا پھر اس مصلح موعود کے ذریعہ اور اس کے واسطہ سے مسیح موعود کا ایک اور فرزند ہونے والا تھا جس کا "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" سے ایک خاص تعلق ہے۔ یہ فرزند اپنی ولادت کے بعد لمبی عمر پانے پر مسیح موعود کے تین لمبی عمر پانے والے فرزندوں کو چار بنانے والا ہو کر اپنے والد ماجد مصلح موعود کو تین کو چار کرنے والا ثابت کرنے والا تھا۔

ان دونوں الہامی فقروں میں یہ راز سربستہ تھا کہ نشانِ آسمانی کا سلسلہ محض مصلح موعود کی ذات پر ہی ختم نہ ہوگا بلکہ اس مصلح موعود کے ذریعہ آگے بھی چلے گا وہ اس طرح کہ مصلح موعود کی ذات میں بھی مثیل مسیح موعود ہونے کے باعث ویسا ہی تخلیقی جوہر فعالیت تھا جس سے اس کے ہاں اس کا ایک صلبی بیٹا پیدا ہونے والا تھا۔ جو اپنے باپ مصلح موعود کی مانند یادگار بننے والا تھا۔ پس "تین کو چار کرنے والا" سے یہ مراد ہے کہ مصلح موعود کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زندہ تین بیٹے چار ہو جائیں گے۔ اس جگہ اگر یہ سوال پیدا ہو کہ یہ پوتا تھا تو نافلہ ہے یعنی پوتا ہے وہ بیٹا کیسے کہلا سکتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کلام کے اندر

موجود ہے کہ حضورؑ ایک نافلہ یعنی پوتے کو بیٹوں کی صف میں ہی شمار کرتے ہیں کیونکہ اس پوتے کو الہام الٰہی میں چوتھے لڑکے مبارک احمد کے فوت ہو جانے پر اس کا قائم مقام قرار دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔

"بیالیسواں نشان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نافلہ کے طور پر پانچویں لڑکے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ اس کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ میں یہ پیشگوئی لکھی ہے:۔

بشّرنی بخامسٍ فی حینٍ من الاحیان

یعنی پانچواں لڑکا ہے جو چار کے علاوہ بطور نافلہ پیدا ہونے والا تھا اس کی خدا نے مجھے بشارت دی کہ وہ کسی وقت ضرور پیدا ہوگا اور اس کے بارے میں ایک اور الہام بھی ہوا۔ جو کہ اخبار البدر اور الحکم میں مدت ہوئی شائع ہو چکا اور وہ یہ ہے:۔

"انا نبشرک بغلامٍ نافلۃً لک من عندی۔ یعنی ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جو نافلہ ہوگا۔ یعنی لڑکے کا لڑکا یہ نافلہ ہماری طرف سے ہے"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۱۸-۲۱۹)

اس سے ظاہر ہے کہ الہام الٰہی میں جو اوپر درج ہے اس نافلہ کو مسیح موعود کا بیٹا ہی قرار دیا گیا ہے جیسا کہ نبشرک بغلامٍ کے الفاظ سے ظاہر ہے

"وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے فقرے میں دو ایسی مبشر ہستیوں کا ذکر ہے جن میں بعض مشابہتیں پائی جاتی ہیں۔ جو اس حقیقت کی غمازی کرتی ہیں کہ ان دونوں ہستیوں کا کام خلافت کا منصب پا کر علیہ السلام کے کام کو آگے بڑھانا ہے۔

پہلی مشابہت

یہ ہے کہ یہ موعود نافلہ مصلح موعود کا بھی فرزند ہے جیسے وحی الٰہی میں مسیح موعودؑ کا "غلام" یعنی لڑکا کہا گیا ہے پس پہلی مشابہت جو مسیح موعودؑ اور آپ کے مثیل مصلح موعود میں ہے اور مصلح موعود اور ان کے مثیل نافلہ میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا صلبی بیٹا ہونے کی وجہ سے اور نافلہ مصلح موعود کا صلبی بیٹا ہونے کی وجہ سے باہم مشابہت رکھتے ہیں۔

دوسری مشابہت

یہ ہے کہ جس طرح بشیر اوّل مصلح موعود کی پیدائش کے لئے ارہاص بنا۔ یعنی بشیر اوّل کی وفات پر مومنین جماعت کو بے حد صدمہ پہنچا۔ اور ان کے صبر کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے بشیر اوّل کے بعد مصلح موعود عطا فرمایا۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے انزال کا ایک طریق ہے کہ پہلے وہ ابتلاء میں ڈالتا ہے اور پھر اس کے نتیجہ میں خلفاء اور جانشین پیدا کر کے اس غم کی تلافی فرما دیتا ہے۔ اسی طرح صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے المناک حادثہ سے پھر اسی سنت کا عمل دوہرایا گیا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس عبارت سے ظاہر ہے کہ:۔

"خدا کی قدرتوں پر قربان جاؤں کہ جب

مبارک احمد فوت ہوا۔ ساتھ ہی خدا نے یہ
الہام کیا۔ انّا نبشّرک بغلام حلیم
ینزل منزل المبارک یعنی ایک حلیم
لڑکے کی بشارت تجھے دیتے ہیں جو بمنزلہ مبارک
احمد کے ہوگا۔ اور اس کا قائم مقام اور شبیہ
ہوگا پس خدا تعالیٰ نے چاہا کہ دشمن جو خوش ہو
اس نے بمجرد وفات مبارک احمد کے ایک
دوسرے لڑکے کی بشارت دے دی تا یہ سمجھا
جائے کہ مبارک احمد فوت نہیں ہوگا۔"
(اشتہار تبصرہ - ۵ نومبر ۱۹۰۷ء)

یہ انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک والا الہام ۱۶ ستمبر ۱۹۰۷ء کو ہوا تھا۔ جس روز صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات جماعت احمدیہ کے لئے ایک دوسرے صدمہ کا باعث ہوئی۔ اس کی تلافی خدا تعالیٰ نے اس نافلہ کی پیدائش سے کر دی جس کا ذکر اوپر کے الہام میں ہے۔ ایسے ہی اوپر کے الہام کے مطابق مبارک احمد کا قائمقام قرار دیا جائے گا۔ کیونکہ مبارک احمد کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں کوئی صلبی بیٹا پیدا نہیں ہوا۔ ایک الہام میں یبشرنی بخامس فی حین من الاحیان کے الفاظ میں اسے ہی بیان کیا گیا تھا۔ یہ دوسری مشابہت ہے جو بشیر اول کی فوتیدگی کے بعد مصلح موعود کی پیدائش اور صاحبزادہ مبارک احمد کی وفات کے بعد پسر نافلہ کی پیدائش میں پائی جاتی ہے پس جس طرح بشیر اول کا مصلح موعود کا ارہاص ہوا اسی طرح صاحبزادہ مبارک احمد پسر نافلہ کا ارہاص ہوا

تیسری مشابہت

یہ ہے کہ جس طرح پیشگوئی مصلح موعود بشیر اول کی پیدائش سے قبل ہوئی تھی اور بشیر اول کی فوتیدگی کے بعد مصلح موعود پیدا ہوئے اسی طرح موعود پسر نافلہ کی پیشگوئی تو صاحبزادہ مبارک احمد کی پیدائش سے قبل ہوئی اور مبارک احمد کی فوتیدگی کے بعد پسر نافلہ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب قرار پائے اور اس کی تصدیق صاحبزادہ مبارک احمد کی فوتیدگی کے روز ہی الہام الٰہی نے کر دی۔

چوتھی مشابہت

یہ ہے کہ مصلح موعود اور نافلہ دونوں لمبی عمر پانے والے تھے۔ نافلہ کے لمبی عمر پانے کے بارے میں یہ الہام ہے۔

"انا نبشرک بغلام حلیم اسمہٗ
یحییٰ"

ہم تجھے ایک ایسے لڑکے کی بشارت دیتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے یعنی زندہ رہنے والا یا لمبی عمر پانے والا۔ حضرت ام المومنینؓ کے متعلق روایت ہے کہ آپ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو بچپن میں اکثر یحییٰ کہا کرتی تھیں اور فرماتی تھیں کہ یہ میرا مبارک ہے۔ یحییٰ ہے جو مجھے بدلہ میں مبارک کے ملا ہے۔ ظاہر ہے کہ آپ کو اس بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے زبانی علم ہوا ہوگا۔ اور اگر یہ آپ کا اجتہاد تھا تب بھی یہ الہامات مسیح موعودؑ کے عین مطابق ہے

پانچویں مشابہت

یہ ہے کہ مصلح موعود حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ تھا۔ مسیح موعودؑ کا یہ نافلہ فرزند بھی مبارک دوشنبہ کے روز مسندِ خلافت پر سرفراز ہوا۔

چھٹی مشابہت

یہ ہے کہ جس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مصلح موعود کے متعلق فرمایا تھا کہ اس کے ذریعہ دینِ اسلام کا کثرت سے اشاعت ہوگی اور اسلام ترقی کرے گا۔ اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے اس موعود فرزند کی ولادت سے قریباً دو ماہ قبل ۲۲ ستمبر ۱۹۰۹ء کو اپنے مکتوب میں تحریر فرمایا کہ:-

"مجھے بھی خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ میں تجھے
ایک ایسا لڑکا دوں گا جو دین کا ناصر ہوگا اور
اسلام کی خدمت پر کمربستہ ہوگا"

(خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل ۱۸ اپریل ۱۹۱۵ء)

اس الٰہی خبر اور پیشگوئی کے مطابق صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ۱۵ نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہوئے جو اب جماعت احمدیہ کے امام اور حضرت مسیح موعودؑ کے تیسرے خلیفہ ہیں والحمد للہ علیٰ ذالک۔

ان واقعات سے ثابت ہے کہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کے الہام میں حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث کی پیشگوئی کی بھی نشاندہی کی گئی ہے جن کی پیدائش سے بھی حضرت مصلح موعود "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے پورے مصداق ثابت ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا بےحد و عد احسان اور لطف و کرم ہے کہ اس نے اس طرح "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کا مسئلہ بھی حل کر دیا ہے۔

پیشگوئی میں مندرجہ تین اور چار لڑکے کے اعداد سے یہ بھی مترشح ہوتا ہے کہ پہلے تین بزرگ ہستیاں ہوں گی اور پھر چوتھی یہ بزرگ شخصیت "نافلہ" ہوگی۔

یہاں اگر یہ شبہ پیدا ہو کہ پیشگوئی مصلح موعودؓ میں وہ لڑکا چوتھا بیان ہوا ہے اور ایک دوسری پیشگوئی میں اسے پانچواں لڑکا بتایا گیا ہے۔ یہ فرق کیا ہے؟ اس کی تطبیق بالکل آسان ہے۔ حضرت نافلہ ایدہ اللہ صاحبزادہ مبارک احمد متوفی کو شامل کر کے تو پانچویں ہیں لیکن ان کے وفات پا جانے کی وجہ سے مصلح موعودؓ کی متعلقہ پیشگوئی "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے لحاظ سے مسیح موعود علیہ السلام کے لمبی عمر پانے والے موعود بیٹوں میں سے مبارک احمد کا قائمقام ہو کر چوتھے ہی ہیں اور انہیں مسیح موعودؑ کا وہ چوتھا فرزند بنانے والے بھی حضرت مصلح موعودؓ ہی ہیں۔ جو حسب پیشگوئی فی حین من الاحیان پیدا ہونے والا تھا یہ پیشگوئی تین لمبی عمر پانے والے بیٹوں کے زمانہ میں ہی ہوئی تھی اور انا نبشرک بغلام حلیم ینزل منزل المبارک کی پیشگوئی مبارک احمد کی وفات کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو ہی مبارک احمد کا قائمقام قرار دے کر چوتھا فرزند بنانی ہے

حضرت مصلح موعودؓ بھی پانچویں بیٹے کے متعلق

اپنے رسالہ "معاوتوں کی روشنی کو کون دور کر سکتا ہے؟" میں تحریر فرماتے ہیں کہ:-

"حضرت اقدس نے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۳۹ پر جو پانچویں بیٹے کی پیشگوئی کی ہے اس کا مطلب یہ بتایا ہے کہ آئندہ زمانہ میں ایک ایسا شخص میری نسل سے پیدا ہوگا جو خدا کے نزدیک گویا میرا ہی بیٹا ہوگا۔

الحمدللہ کہ یہ بات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے کے ذریعہ پوری ہوگئی جو حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہیں۔

چونکہ الہامی فقرہ "وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا" کے بعد "دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ" کا فقرہ ہے اسی لئے واقعات نے دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ کی حقیقت سربستہ سے پردہ اٹھا کر تین کو چار کرنے والا کی حقیقت بھی ایک اور رنگ میں بالکل واضح کر دی ہے۔ پس ہماری یہ تشریح بھی واقعات مشہودہ کی بنا پر ہی ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پسر موعود نافلہ کی تخلیق سے حضرت مصلح موعود، مسیح موعود کے تین زندہ فرزندوں کو چار کرنے والے ہیں اور عددی لحاظ سے حضرت نافلہ ان تینوں میں چوتھے کی افزائش کا باعث ہیں۔ اس پیشگوئی میں یہ دونوں باتیں مضمر ہیں۔ بیٹے کی پیدائش سے باپ یعنی مصلح موعودؓ تین کو چار کرنے والا بنا اور بیٹا پیدا ہو کر تینوں میں چوتھے کی افزائش کا موجب ہوا۔ پس یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ الٰہی پیشگوئیوں میں بعض اوقات بہت اہم مضمون مخفی ہوتا ہے اور وہ واقعات کی روشنی سے ہی کھلتا ہے۔ پیشگوئی مصلح موعود کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا جس کی روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات تک پہنچی ہے۔ حسب حدیث یتزوج ویولد لہ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ جیسا کہ مسیح موعودؑ اور مصلح موعودؓ کی پیشگوئیاں غلبۂ اسلام سے متعلق ہیں جن سے تمام احمدی آگاہ اور متفق ہیں۔ اسی طرح حضرت نافلہ کی پیشگوئی بھی غلبہ اسلام سے متعلق ہے۔

اوّل: اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ غلبۂ اسلام کی مہم از سر نو جاری ہوئی اور خدا کے فضل سے کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ صف میں مندرج پیشگوئی هُوَ الَّذِىٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ میں غلبۂ اسلام کو دراصل مسیح موعودؑ کے زمانہ سے ہی وابستہ کیا گیا ہے۔ مفسرین نے حدیث نبویؐ يهلك الله فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام کی روشنی میں اس غلبہ کو مسیح موعود اور مہدی معہود کے زمانہ سے ہی وابستہ قرار دیا ہے (ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر) اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاری فرمودہ کار ہائے نمایاں درباره غلبۂ اسلام سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ غیر مذاہب کے مقابلہ میں آپ کا شائع کردہ لٹریچر اور آپ کی تعلیم القرآن اور تبلیغ دین اور ہدایت خلق کے کام اس امر کے زندہ ثبوت ہیں۔

دوم: حضرت امیر المومنین مصلح موعود کے ذریعہ بھی غلبہ اسلام کا کام جاری دنیا میں ہوا اور زمین کے کناروں

تک بموجب پیشگوئی مصلح موعود آپ نے شہرت پائی۔ آپ کی مطبوعہ تصانیف بالخصوص کتب تفسیر القرآن، تعلیم و تربیت کی مہم، ممالک بیرون میں اشاعتِ دین کی جدوجہد کے لئے مبلغین کا تیار کرنا اور تعمیر مساجد کی کوششیں گولہ میں۔ تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔

سوم: حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بھی اسی غلبۂ اسلام کے کام میں شب و روز مصروف ہیں اور آپ کو یہی فکر لگا ہوا ہے کہ جلد از جلد غلبۂ اسلام حاصل ہو۔ چنانچہ اسی کام کے لئے مناسب تجاویز پر عمل ہو رہا ہے یعنی نئے مشن کھل رہے ہیں۔ دنیا میں مساجد تعمیر ہو رہی ہیں۔ غیر زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم ہو کر شائع ہو رہے ہیں۔ ہسپتال اور سکول بن رہے ہیں۔ آپ کا حالیہ سفر یورپ اور امریکہ اور اس سے قبل سفر افریقہ بھی اسی غرض کی تکمیل کے لئے وقوع پذیر ہوئے اور افریقہ کے علاوہ آپ نے مغربی دنیا کے سامنے بھی اسلامی تعلیمات کی فضیلت بیان کر کے قبولیت اسلام کی دعوت دی۔ لہٰذا الہام سے یہ مراد ہوئی کہ غلبۂ اسلام کے کاموں میں حصہ لینے والی چار بزرگ ہستیوں میں چوتھی بزرگ ہستی آپ ہیں۔ اور پہلی تین ہستیاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے تین صلبی فرزند ہیں جن میں سے ایک مصلح موعودؓ ہیں۔

پس پیشگوئی مصلح موعود جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ذات پر منطبق ہو رہی ہے۔ اس کا ایک حصہ مصلح موعود کے فرزند ارجمند حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں بھی پورا ہو رہا ہے۔ لہٰذا یہ خوشخبری جماعتِ احمدیہ کے حق میں اتنی بڑی خوشخبری ہے کہ ہم اس کے فیوض و برکات کا اس وقت صحیح اور پورا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ جوں جوں زمانہ گزرتا جائیگا غلبۂ اسلام کی سمت میں رونما ہونے والے واقعات سے اس کی اہمیت بڑھتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ العزیز۔

حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد کے شبیہ مبارک احمد ہونے کا اعلان تفہیماتِ ربانیہ میں ۱۹۳۱ء میں کر دیا گیا تھا۔

(ابوالعطاء جالندھری)

اس جگہ مکرم جناب ماسٹر امیر عالم صاحب کا دلچسپ مضمون شائع کرتے ہوئے یہ ذکر کر دینا بھی مناسب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے خاکسار ابوالعطاء جالندھری کو ۱۹۳۱ء میں مخالفین سلسلہ کے اعتراضات کے جواب میں ایک ضخیم اور مدلل کتاب تفہیماتِ ربانیہ شائع کرنے کی توفیق دی تھی جو دوبارہ بھی طبع ہو کر ختم ہو گئی اب انشاء اللہ عنقریب اس کی طبع ثالث ہوگی۔

مخالف پٹیالوی کا ایک اعتراض یہ تھا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے الہام ینزل منزل المبارک یعنی صاحبزادہ مبارک احمد مرحوم کا قائمقام فرزند کہاں ہے؟ خاکسار نے اس اعتراض کا مفصل جواب دیتے ہوئے لکھا کہ:۔

"شبیہ مبارک احمد کے متعلق ضروری تھا کہ وہ حضرتؑ کی اپنی صلب سے نہ ہو کیونکہ یہ الہامِ الٰہی کے خلاف تھا۔ صاحبزادہ مبارک احمد کی پیدائش پر جو الہام ہوا۔

اس میں لکھا ہے:-

اِنّی اسقط من اللّٰہ واصیبُہٗ

کفیٰ ھٰذا۔ (وحی ۱۳ر جون ۱۸۹۹ء

مندرجہ الحکم ۳۰ر جون ۱۸۹۹ء و البشریٰ

جلد ۲ صفحہ ۵۵)

پہلے فقرہ میں مبارک احمد کہتا ہے کہ میں خدا کی طرف سے آتا ہوں اور اسی کی طرف جاؤں گا۔ اور دوسرے فقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب نرینہ اولاد کافی ہو گئی یعنی آئندہ کوئی لڑکا آپ کے گھر نہ ہو گا۔ گویا صاف کھل گیا کہ شبیہ مبارک احمد آپؑ کے صلب سے نہ ہو گا بلکہ وہ آپؑ کا پوتا ہو گا۔ اے منکرین! سنو اور گوشِ ہوش سے سنو کہ مبارک احمد کا قائم مقام اور شبیہ ۱۶ر نومبر ۱۹۰۹ء کو پیدا ہونے والا موعود و مسعود ہے جس کا نام صاحبزادہ ناصر احمد صاحب سلمہ اللہ ہے۔ اور حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا فرزند ارجمند ہے۔ کیا کوئی ہے جو ایمان لائے؟"

(تفہیمات ربانیہ صفحہ ۱۳ مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۱ء)

یہ بات بھی یاد رہے کہ تفہیمات ربانیہ کی اشاعت سے بیشتر کتاب کا یہ حصہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ملاحظہ فرما کر اظہار خوشنودی فرمایا تھا۔

گویا ۱۹۳۱ء میں جماعت احمدیہ میں علی الاعلان یہ شائع کیا گیا کہ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ ہی الہام ینزل منزل المبارک کے مصداق ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہونے والے نافلہ اور چوتھے فرزند بھی یہی ہیں اس معین اشاعت کے بعد مخالفین کی طرف سے کوئی سوال نہیں اٹھایا گیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا ناصر احمد صاحب ایدہ اللہ بنصرہ کو دوشنبہ کے روز مسند خلافت ثالثہ پر قائم فرما کر اپنی فعلی شہادت سے اس کو نمایاں فرما دیا۔ الحمد للہ رب العلمین۔

○

احباب سے ایک ضروری درخواست

شذرات وغیرہ کے سلسلہ میں ہمارے مہربان دوست مختلف حوالے اور اقتباس نقل کر کے بھجواتے ہیں ان سب کا شکریہ۔ مگر یاد رہے کہ ایڈیٹر کا فرض ہوتا ہے کہ اصل حوالہ خود دیکھ کر درج رسالہ کرے۔

اس لئے درخواست ہے کہ احباب اخبار یا رسالہ یا کتاب کا اصل کٹنگ یا فوٹو سٹیٹ بھجوایا کریں۔ جزاکم اللہ!

(ادارہ)

○

اخبارات ورسائل پر ایک نظر

چند مفید اقتباسات

(۱) محقق شیعہ صاحبان قرآن میں کمی اور زیادتی کے قائل نہیں

شیعی رسالہ ہفت روزہ شہید ثاقب پشاور سے بارہ حوالے درج ہیں۔

(۱) حافظ الاخبار حضرت ابو جعفر ثانی علامہ محمد علی بن حسین بن موسیٰ ابن بابویہ قمی ملقب صدوق فقیہ محدث المتوفی ۳۸۱ھ اپنی کتاب طبقات کے ص ۱۰۶ طبع ایران میں تحریر فرماتے ہیں

"موجودہ قرآن کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہی کُل کا کُل وہ ہے جو رسول کریم پر نازل کیا گیا ہے یعنی جو دو دفتیوں کے درمیان موجود ہے اور لوگوں کے ہاتھوں میں ہے یہی سارا قرآن ہے اس سے زیادہ بالکل کچھ بھی نہیں ومن نسب الینا انا نقول انہ اکثر من ذلک فھو کاذب اور جو شخص ہماری طرف یہ نسبت دے کہ ہم قرآن مجید کو موجودہ قرآن سے زائد کہتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے۔"

(۲) حضرت "علم الہدیٰ" السید مرتضیٰ ابوالقاسم علی بن الحسین الموسوی البغدادی فقیہ متکلم ادیب المتوفی ۴۳۶ھ کتاب الموضح عن وجہ اعجاز القرآن اور جوابات مسائل طرابلسیہ میں تحریر فرماتے ہیں

"عہد رسول کریم میں قرآن مجید اسی طرح مجموع اور مؤلف تھا جس طرح اس وقت مجموع و مؤلف ہے کیونکہ حضور رسول کریمؐ کے زمانہ میں قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی اور اسے حفظ کیا جاتا تھا اور عبداللہ ابن مسعود اور ابی بن کعب اور دیگر صحابہ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں کئی مرتبہ قرآن ختم کر کے سنایا ہے اور جو لوگ موجودہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں وہ اہل حدیث اور اخباری ہیں جنہوں نے ضعیف اخبار کو نقل کیا ہے اور وہ ان کو اپنے زعم میں صحیح سمجھتے ہیں ایسے ضعیف اخبار کی وجہ سے معلوم اور یقینی شے سے روگردانی نہیں کی جا سکتی جس کی صحت قطعی ہے۔"

(۳) حضرت شیخ مفید ابو عبداللہ محمد بن محمد بن نعمان بغدادی فقیہ و متکلم المتوفی ۴۱۳ھ اپنی کتاب المقالات میں تحریر فرماتے ہیں

"امامیہ میں کئی ایسے ہیں کہ انہ لم ینقص من کلمۃ ولا من اٰیۃ ولا من سورۃ

اس قرآن میں سے کوئی سورۃ کوئی آیت بلکہ کوئی کلمہ بھی کم نہیں ہوا نہ زیادہ۔"

(۴) حضرت شیخ الطائفہ ابوجعفر بن حسن بن علی طوسی فقیہ و مفسر المتوفی سنہ ۴۶۰ھ اپنی کتاب التبیان میں تحریر فرماتے ہیں:-

"قرآن مجید کے متعلق زیادتی اور کمی کی بات منہ سے نکالنی درست نہیں کیونکہ زیادتی کے باطل ہونے پر اجماع ہو چکا ہے اور کمی کے متعلق بھی عام مسلمانوں کا مذہب یہی ہے کہ کمی نہیں ہوئی ہے اور ہماری جماعت شیعہ کا بھی یہی عقیدہ اور صحیح مذہب ہے جس کو سید مرتضیٰ نے اپنے دلائل باہرہ سے قوی کیا ہے اور یہی مطلب حضرات آئمہ علیہم السلام کی روایات سے ظاہر ہے۔"

(۵) حضرت الرئیس امین الدین علامہ فضل بن حسن بن فضل طبرسی مشہدی، محدث، مفسر، فقیہ المتوفی ۵۴۸ھ اپنی مشہور تفسیر مجمع البیان [illegible] میں تحریر فرماتے ہیں:-

"موجودہ قرآن میں زیادتی کا نہ ہونا اجماعی ہے اور کمی کے متعلق کچھ حشوی شیعہ المحدثین نے روایات نقل کی ہیں کہ اس میں کچھ تغیر اور کمی ہے لیکن ہمارے فرقہ شیعہ کا اصل عقیدہ اور صحیح مذہب اس کے خلاف ہے یعنی ہمارا مذہب یہ ہے کہ اس قرآن میں کمی نہیں ہے اور اسی کی حمایت علم الہدیٰ سید مرتضیٰ نے کی ہے اور اسی کو ترجیح فرمایا ہے۔"

(۶) حضرت علامہ محمد بن حسن الحر العاملی جو فرقہ امامیہ کے مشہور ترین محدث ہیں ان کا ارشاد ہے کہ:-

"قرآن مجید کے بارے میں جو بھی تفحص و تتبع کرے وہ اس چیز کا یقین کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ قرآن مجید مکمل تواتر کا مالک ہے۔ عہد رسولؐ میں ایک ہزار صحابہ نے اسے حفظ کیا تھا اور یہ مجموع و مؤلف رہا۔" (شرح کافی ملا صادق ج ۴ ص ۷۶ طبع قسطنطنیہ)

(۷) حضرت علامہ ملا محسن فیض کاشانی اپنی مشہور تفسیر صافی میں تحریر فرماتے ہیں:

"ہمارے اصحاب کا صحیح مذہب و مسلک یہ ہے کہ قرآن مجید میں نقصان اور تغیر نہیں ہوا کیونکہ قرآن نبوت کا معجزہ ہے علوم شرعیہ اور احکام دینیہ کا ماخذ ہے علمائے اسلام اس کی حفاظت اور حمایت حد سے زیادہ کرتے آئے ہیں یہاں تک کہ اس کے اعراب، قرأت، حروف اور آیات کی تعداد تک کو انہوں نے منضبط کر دیا پھر باوجود اس قدر ضبط شدید اور انتہائی توجہ کے یہ کیونکر ہو سکتا تھا کہ قرآن میں تبدیلی واقع ہو جاتی۔"

(۸) حضرت علامہ مرزا ابوالقاسم قمی [illegible] اپنی کتاب "قوانین الاصول" ج ۱ باب ۲ ص ۴۱۳ بحث کتاب طبع ایران میں رقمطراز ہیں کہ:-

"جمہور مجتہدین شیعہ جن میں علم الہدیٰ سید مرتضیٰ علامہ شیخ صادق محمد [illegible] شامل ہیں اس بات

کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں تحریف نہیں ہوئی"

(۹) حضرت علامہ ملا فتح اللہ کاشانی اپنی تفسیر منہج الصادقین ج ۱ ص۵ طبع ایران میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"قرآن مجید کے متعلق ہمارا صحیح مذہبی عقیدہ یہ ہے کہ "قرآن معصوم است از زیادت ونقصان" قرآن زیادتی اور کمی سے محفوظ ہے" یہی قول علامہ شیخ بہاؤالدین عاملی کا بھی ہے"

(۱۰) حضرت علامہ قاضی نوراللہ شوستری شہید ثالث کتاب مصائب النواصب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

"شیعہ امامیہ کی طرف جو یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر ہو گیا ہے۔ لیس مما قال بہ جمہور الامامیہ جمہور امامیہ اس کا قائل نہیں ہے" یعنی یہ انتساب بالکل غلط ہے۔

(۱۱) حضرت علامہ غفرانمآب مولانا سید دلدار علی صاحب مجتہد، مجدد مذہب شیعہ اپنی کتاب عمادالاسلام ج ۳ ص۳۳ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔
سلف کے یہ اقوال جو ہم نے بیان کئے نہایت بدیہی طور پر اس امر کی شہادت ہیں کہ ہم نے جو یہ کہا ہے کہ قرآن جو دونوں دفتیوں میں موجود ہے اس کا تواتر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے ہمارے زمانے تک ثابت ہے بالکل ٹھیک اور حق کے مطابق ہے۔"

(۱۲) حضرت سیدالعلماء مولانا سید حسین اپنی کتاب "حدیقہ سلطانیہ" طبع شاہی باب ص۱۸۷ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"حضرات آئمہ طاہرین نے اپنے اپنے عہد میں اسی قرآن مجید کو سراہا اور صاف لفظوں میں فرمایا ہے کہ جو کچھ بین الدفتین میں موجود ہے یہی قرآن ہے اور یہی ہمارے لئے حجت ہے۔ آئمہ کرام نے کتابت، تلاوت، اظہار فضل، بیان فضائل، مثوبات سور کا اسی قرآن سے تعلق قرار دیا ہے"
(شہاب ثاقب پشاور ـ یکم مئی ۱۹۷۷ء ص۲)

(۲) انبیاء و اولیاء کے مصائب

مدیر ہفت روزہ لولاک لائلپور نے لکھا ہے کہ:۔
"انبیائے کرام اور اولیائے عظام کی زندگیوں پر ذرا غور کریں جو ابتلاء و آزمائش، ایثار اور قربانی کی ایک نہیں سینکڑوں داستانوں پر مشتمل ہیں۔ بڑے بڑے اولوالعزم انسان تنگی اور تکلیف میں متیٰ نصر اللہ (اللہ کی مدد کب آئیگی) اور ایلی ایلی لما سبقتانی (اے میرے اللہ! اے میرے اللہ! تو نے مجھے یوں بے یار و مددگار کیوں چھوڑ دیا) پکارتے دکھائی دیتے ہیں خود سرور انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اُوذیتُ فی اللہ مَا اُوذِیَ نبیٌ مِن قبلی (مجھے اللہ کی راہ میں بڑی اذیتیں دی گئی ہیں اور اس سے پہلے کسی نبی کو اتنی

تکلیفیں نہیں دی گئیں) فرماتے ہوئے سنائی
دے رہے ہیں۔

اسلام کی تاریخ ان مردان حق کی شہادتوں
سے بھری پڑی ہے۔ جو چراغ مصطفوی بن کر
شرار بولہبی سے مصروف ستیزہ کار رہے۔
مفکر اسلام علامہ اقبال رح نے انہی شہادتوں کی
بنا پر یہ فرمایا تھا اور کیا ہی درست فرمایا تھا۔

چوں مے گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

پس مبارک ہیں وہ لوگ جو ان آزمائشوں سے
گزر کر کندن ہو رہے ہیں۔ (لا تبدیل لکلمات
اللہ) قدرت کا قانون اٹل ہے۔ دنیا کی کوئی
طاقت ان کے حق میں نکلنے والے نتائج اور ثمرات
سے انھیں محروم نہیں کر سکے گی۔"
(لولاک لائلپور ۲۱ اپریل ۱۹۷۳ء ص۱)

(۳) علمائے دیوبند کا نصب العین سیکولر حکومت رہا ہے

ماہنامہ طلوع اسلام لکھتا ہے کہ:-
"ہندوستان کے نیشنلسٹ اخبار مدینہ
(بجنور) کی ۱۷ اپریل ۱۹۴۳ء کی اشاعت میں
مولانا اسرار احمد آزاد (دیوبندی) کا ایک
مضمون شائع ہوا تھا جس میں انھوں نے
واضح الفاظ میں کہا تھا کہ:-
"یہ الزام بے بنیاد ہے کہ علمائے ہند اس
ملک میں اسلامی حکومت کے لئے کوشاں رہے
ہیں۔ دار العلوم دیوبند سے تعلق رکھنے والے علماء
نے کم از کم اس صدی کے آغاز سے ہندوستان میں
جمہوری اور سیکولر حکومت کے قیام کو اپنا واضح نصب
العین قرار دے لیا تھا۔ انہی علماء کے سرخیل (مولانا)
حسین احمد مدنی (مرحوم) تھے جن کا مسلک یہ تھا کہ
ایسی جمہوری حکومت جس میں ہندو، مسلمان،
سکھ، عیسائی سب شامل ہوں حاصل کرنے
کے لئے سب کو متفقہ کوشش کرنی چاہیئے۔
ایسی مشترکہ آزادی اسلام کے اصولوں کے عین
مطابق ہے اور اسلام اس آزادی کی اجازت
دیتا ہے۔"
(زمزم۔ مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۸ء بحوالہ طلوع اسلام
لاہور۔ مئی ۱۹۷۶ء ص۳۱)

الفرقان: معلوم ہوا کہ یہ علماء خالص اسلامی حکومت کا
نام محض عوام کو سنانے کے لئے لیتے ہیں ورنہ وہ سیکولر
جمہوری حکومت کے داعی رہے ہیں۔

(۴) دین کے اصول اور ان پر عمل پیرا ہونے کا طریق

"دین کے اصول حضور نبی اکرم کو خدا کی طرف سے بذریعہ وحی عطا
ہوئے تھے ان میں کسی قسم کے تغیر و تبدل کا سوال ہی پیدا نہیں تھا
لیکن دین کے ان اصولوں پر عمل پیرا ہونے کے طور طریقے
بذریعہ وحی متعین نہیں ہوئے تھے۔ ان کے متعلق حضور کو حکم
قرار دیا تھا کہ شاورھم فی الامر (ﷺ) ان کا تعین اپنے
رفقاء کے مشورہ سے کیا کرو۔" (طلوع اسلام لاہور مئی ۱۹۷۶ء ص۳۱)

الفرقان: یہ پرویزی خیالات کا نمونہ ہے گویا نماز ادا کرنے کا حکم تو خدا

[illegible]

رواداری کے متعلق شاندار اسلامی تعلیم

محترم مولوی محمد انیس الرحمٰن صاحب شاہد مربی سلسلہ احمدیہ

اسلام نے بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے نہایت حسین و جمیل تعلیم دی ہے جو ہر قسم کے افراط و تفریط سے بالکل پاک ہے۔ اسلام نے ایک ایسا عمدہ دستور حیات اور نظام اخلاق پیش کیا ہے جس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ اس میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کی مکمل رہنمائی کی گئی ہے انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی ترقی کے لئے نہایت بلند پایہ اصول پیش کئے گئے ہیں۔ جن پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنے خالق و مالک خدا کا محبوب اور اس کی ابدی جنتوں کا وارث بن سکتا ہے۔

دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لئے اس نے ہر تعلیم انسانی فطرت اور تقاضوں کے مطابق پیش کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کمل آزادیٔ ضمیر کی عظمت کا علمبردار صرف دین اسلام ہی ہے اور اس کا یہ اعلان کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ فطرتِ انسانی کا اصول ہے اور اس کی مثال کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ اسلام کا یہ امتیاز اسے عالمگیر حیثیت دیتا ہے۔ نیز قرآن کریم کا اعلان مَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ بھی دراصل آزادیٔ ضمیر کی ایک بین مثال ہے۔

اسلام چونکہ دین فطرت ہے اور آزادیٔ ضمیر کا علمبردار ہے اسی لئے اس نے جبر و اکراہ کو جائز و روا نہیں رکھا۔ ہر شخص اپنے مذہب و عقیدہ کے اظہار و تبلیغ میں آزاد ہے۔ اسلام انسان کے سامنے مذہب اور عقیدہ کی غرض و غایت بھی بیان کرتا ہے اور نجات کا صحیح راستہ دکھاتا ہے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان اپنی زندگی کے مقصد کو حاصل کر سکتا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ نیز فرمایا۔ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا خدا تعالیٰ نے انسان کو دو راستے بتا دیئے ہیں ایک ہدایت کا اور دوسرا گمراہی کا۔ اور اختیار دیا ہے کہ چاہے تو وہ ہدایت کا راستہ اختیار کرے اور چاہے تو گمراہی مول لے لے۔ چاہے تو شکر گزاری کی راہ پر چل کر خدا تعالیٰ کے انعامات کا وارث بنے اور چاہے تو ناشکری کی راہ پر گامزن ہو کر اپنے لئے جہنم پیدا کر لے۔

الغرض اسلام نے حقیقی نجات کی راہ اختیار کرنے پر زور دیا ہے لیکن جبر و اکراہ یہاں بھی روا نہیں رکھا۔ البتہ نفع و نقصان کو واضح کر دیا اور پھر کسی ایک کے اختیار کرنے کو انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیا

اسلام رواداری کا درس دیتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيرًا ۔ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ اور آپ کے خلفاء کرام کا تعامل اس آیۂ کریمہ کی زندہ تفسیر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مذہبی رواداری کو قائم رکھنا اسلام ہی کا حصہ ہے اس کی کئی مثالیں تاریخ کے صفحات پر آج بھی اس موجودہ تہذیب یافتہ زمانے کے لئے ذریعہ ہدایت ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف دو مثالیں بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں:-

(۱) سنہ ۶ ہجری میں کوہ سینا کے چند راہب حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے ان کو ایک سند لکھ دی جس میں انہیں ان کے مذہب کی مکمل آزادی کی ضمانت دی گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کا ذکر کتاب تاریخ اسلام جلد چہارم مصنفہ علامہ قادر فصیح میں ان الفاظ ملتا ہے:-

"سنہ ۶ھ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سنٹ کیتھرائن متصل کوہ سینا کے راہبوں اور تمام عیسائیوں کو ایک سند لکھ دی تھی جس کا مضمون تھا کہ عیسائیوں کو اپنے عبادت خانوں، ان کی جاگیروں اور اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کے متعلق پوری پوری آزادی حاصل ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس سند کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کو سخت سزا دی جائے گی بلکہ مسلمانوں پر فرض ہے کہ عیسائیوں کے گرجوں اور خانقاہوں کی حفاظت کریں۔ ان کو کسی طرح کی اذیت نہ پہنچنے دیں اور ان کے راہبوں اور پادریوں کی خبرداری کے نگران رہیں۔ تصور کئیں۔ ان پر کوئی ناجائز ٹیکس نہ لگایا جائے کسی پادری کو اس کے عہدوں سے معزول نہ کیا جائے کسی عیسائی کو اپنا دین چھوڑنے پر مجبور نہ کریں۔ کسی عیسائی کو اپنے مذہبی شعائر کی زیارت کرنے سے نہ روکا جائے۔ کوئی گرجا مسلمانوں کی مسجد یا مکان بنانے کے لئے نہ گرایا جائے۔ اگر کوئی مسلمان کسی عیسائی عورت کے ساتھ شادی کرے تو عورت کو مسلمان ہونے پر مجبور نہ کرے بلکہ اس کو اجازت دے کہ وہ بخوشی بطیب خاطر مذہب عیسوی کی پابند رہے اور مذہبی رسوم ادا کرتی رہے اس پر کسی قسم کی سختی مذہب کے بارے میں نہ کی جائے۔ اگر عیسائیوں کو اپنے گرجوں اور خانقاہوں کی مرمت یا دیگر مذہبی امور کے متعلق کوئی ضرورت پیش آئے تو مسلمان دل و جان سے ان کی امداد کریں اور ان کا ہاتھ بٹائیں۔"

(۲) "پھر سنہ ۹ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں اور پادریوں کو بھی بالکل اسی مضمون کی سند عطا فرمائی تھی۔ اس سند کا یہ اثر پڑا کہ بیت المقدس فتح کرنے کے بعد حضرت عمرؓ نے عیسائی کلیسا میں باوجود قسس اعظم کی اجازت بلکہ خواہش کے نماز ادا کرنے سے پرہیز کیا تا اہل اسلام یہ سمجھ کر کہ اس جگہ ان کے ایک خلیفہ نے نماز پڑھی ہے اور اب یہ جگہ واجب الاحترام ہے عیسائیوں سے نہ لیں۔ چنانچہ آپ نے قسس اعظم کو ایک علیحدہ

تحریر لکھدی کہ کوئی مسلمان کلیسیا کے اندر یا سیڑھیوں پر مداخلت نہ کرے۔

اس سند کا نتیجہ حضرت عثمانؓ کے عہد میں ظاہر ہوا مرو کے پادری نے فارس کے پادری کو یہ لکھا کہ جس وقت سے اہلِ عرب یہاں حکمران ہوئے ہیں ہمارے مذہب میں کسی قسم کی مداخلت نہیں ہوئی بلکہ اہلِ عرب ہم کو مذہبی رسوم ادا کرنے میں مدد دیتے ہیں ہمارے خدا کو نبی سمجھتے اور ان کی تعظیم کرتے اور ہماری خانقاہوں اور گرجوں میں تحفے بھیجتے ہیں۔ اس سند کی بناء پر حضرت عثمانؓ نے عیسائیوں کا شکستہ گرجا سرکاری خرچ سے از سرِ نو تعمیر کرا دیا تھا۔"

(تاریخ اسلام جلد ۴ ص ۱۷۵ مکتبہ فصیح لاہور ۱۹۲۵ء)

مذکورہ حوالے کو لیکر اور کتاب تذکرہ عیسائیت و اسلام مصنفہ بشیر احمد ایم بی ایل لندن نے جون ۱۹۲۶ء میں نقل کیا ہے نیز اسکی تصدیق کرتے ہوئے متعدد دوسری کتابوں کے حوالے بھی پیش کئے۔ چنانچہ مذکورہ کتاب کا مصنف لکھتا ہے :-

"پھر ۹ سنہ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں اور پادریوں کو بالکل مذکورہ بالا مضمون کی سند عطا فرمائی تھی نیز اس کی شہادت و مزید تائید مسٹر جون ڈیون پورٹ (Mr. John Devon port) نے بھی اپنی کتاب موسومہ این اپولو جائی فار دی محمد اینڈ دی قرآن (An apology for the Mohammad and the Quran) مطبوعہ لاہور کے ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲ پر کی ہے مصنف موصوف نے سند ہذا کو ۸ شرائط پر منقسم کیا ہے ان تمام شرائط کا لب لباب قریباً وہی ہے جو مندرجہ بالا سند میں ذکر کیا گیا ہے۔ مسٹر جون نے اپنے بیان قابلیت کا ثبوت دیا ہے اور اس سند کے گواہوں کے اسماء تک درج کر کے اس میں مزید جان ڈال دی ہے۔ اس سند کی آٹھویں شرط اس مضمون سے تعلق رکھتی ہے موصوف نے اس شرط کو یوں قلمبند کیا ہے اور اس نے اپنی امت پر یہ حکم نافذ کیا کہ قیامت تک نہ تو کوئی اس سند مذکورہ پر عمل کرنے سے کوتاہی کرے اور نہ ہی انحراف کرے۔"

ان دو واقعات سے ثابت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مذاہب کی مذہبی معاشرتی اور تہذیبی حیثیت کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ ان کے جذبات کو ٹھیس نہیں پہنچائی۔ معاشرہ میں ان کے وجود کو قابلِ نفرت نہیں سمجھا ان کے ساتھ پورا پورا حسن سلوک روا رکھا اور انہیں مکمل مذہبی آزادی عطا کی اور انہیں پھلنے پھولنے کے پورے پورے مواقع بہم پہنچائے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں آپؐ کے خلفاء راشدین اور اس کے بعد عباسی اور اموی دور میں بھی اسلامی رواداری کی پالیسی کو قائم رکھا اور غیر مسلموں سے حسن سلوک اور مذہبی آزادی کی ایسی روشن مثالیں قائم کیں کہ آج کی مہذب دنیا ان کا جواب لانے سے قاصر ہے اسلام نے جو کچھ کہا مسلمانوں نے وہ سچ کر دکھایا اور اپنے عمل سے ایسے نقش قائم کئے کہ ساری انسانیت رہتی دنیا تک دین اسلام اور بانی اسلام حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر بار احسان رہے گی۔

قسط ۲

حوادث طبعی یا عذاب الٰہی

(محترم صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کے قلم سے)

تیسری شق، الدّار کی حفاظت

ہرچند کہ یہ بہت عجیب دعویٰ تھا کہ قادیان کی بستی کے ساتھ استثنائی سلوک کیا جائے گا اور دوسرے شہروں اور دیہات کے مقابل پر اسے اس حد تک محفوظ رکھا جائے گا کہ ایک نمایاں امتیازی صورت پیدا ہو۔ ہرچند کہ بار بار چیلنج دینے کے باوجود کسی دوسرے شخص کو اس قسم کے دعوے کی جرأت نہ ہوئی۔ تاہم اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ ایک شکی مزاج انسان کے لئے محل اعتراض ابھی باقی ہے سوچنے والا یہ سوچ سکتا ہے اور وہم کرنے والا اس وہم میں مبتلا ہو سکتا ہے کہ ایک امکان کا سہارا لے کر ایسی پیشگوئی کر دی گئی اور ساتھ ہی اعتراض سے بچنے کے لئے یہ راہ بھی تجویز کر دی گئی کہ اگر طاعون پڑی بھی تو زیادہ شدت کی طاعون نہیں پڑے گی اور دوسرے شہروں کی نسبت امتیازی صورت پیدا ہو جائے گی پس استثناء نے پیشگوئی کی امتیازی حیثیت پر ایک ابہام اور تلبیس کا پردہ ڈال دیا ہے۔ اس وہم اور اعتراض کا جواب خود پیشگوئی ہی کی اس تیسری شق میں موجود ہے جس پر ہم اب قلم اٹھا رہے ہیں۔

اگرچہ قادیان کی بستی کے متعلق پیشگوئی میں کُلّی حفاظت کا وعدہ نہیں تھا لیکن قادیان کے ایک حصہ کے متعلق جو اس قصبہ کی گنجان آبادی کے وسط میں واقع تھا ایسا وعدہ ضرور موجود تھا اور بڑی وضاحت اور تحدّی کے ساتھ یہ فرمایا گیا تھا کہ:-

اِنِّی اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار

یعنی اللہ تعالیٰ یہ وعدہ کرتا ہے کہ میں ہر اس وجود کی اس وبا سے حفاظت کروں گا جو تیرے گھر کے اندر رہتا ہے۔

پیشگوئی کے اس حصہ پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو قادیان میں طاعون کے معمولی طور پر داخل ہونے والا پہلو پیشگوئی کی شوکت کو کم کرنے کی بجائے اور بھی بڑھا دیتا ہے۔ اگر قادیان میں طاعون کلیۃً داخل ہی نہ ہوتی اور نیکوں کی طرح قادیان کے تمام شریر لوگ بھی اس سے پوری طرح محفوظ رہتے تو ایک شکی مزاج انسان کے لئے

شک کی ایک اور صورت پیدا ہو جاتی ہے کہ کیوں نہ یہ سمجھ لیا جائے کہ اتفاق سے طاعون کے جراثیم اس بستی میں داخل ہی نہیں ہوئے۔ اگر یہ کوئی الٰہی نشان ہوتا تو نیک اور بد میں کوئی تمیز ہونی چاہیئے تھی۔ قادیان کی بستی میں رہنے والے مرزا صاحب کے مخالفین کا بھی اس وبا سے صاف بچ جانا ظاہر کرتا ہے کہ کوئی خدائی ہاتھ نہیں بلکہ اتفاقی حادثہ اس میں کارفرما تھا۔ پھر ایک وہمی انسان یہ بھی اعتراض کر سکتا تھا کہ مرزا صاحب کے گھر کا یعنی اس میں رہنے والے ہر وجود کا طاعون کی بیماری سے بچ رہنا تو صرف اس صورت میں امتیازی نشان بن سکتا تھا کہ اس شہر میں طاعون داخل ہوتی۔ دائیں بائیں، آگے پیچھے، قرب و جوار میں ہمسایوں کو پکڑتی لیکن آپ کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت اُسے نہ ملتی تب ہم سمجھتے کہ ہاں کچھ بات ضرور ہے۔

مندرجہ بالا امکانی اعتراضات اور توہمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے جب ہم پیشگوئی اور بعد ازاں رونما ہونے والے واقعات پر نظر ڈالتے ہیں تو عقل حیران رہ جاتی ہے اور غیر معمولی تصرف الٰہی کے سوا ان واقعات کی کوئی طبعی توجیہہ پیش کرنے کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا۔ پیشگوئی کا ہر جزو حیرت انگیز صفائی کے ساتھ پورا ہوا کہ انسانی طاقت کا کوئی دخل اس میں نظر نہیں آتا۔ قادیان میں طاعون داخل ہوئی مگر نہایت معمولی طریق پر گویا اِکا دُکا ردّی کے ٹکڑے چنتی رہی۔ گھروں گلیوں اور بازاروں میں موت کا جھاڑو نہیں دیا۔

حضرت مرزا صاحب کے چند مخالفین تو طاعون کی نظر ہو گئے لیکن کسی مرید کو طاعون نے کچھ نہ کہا طاعون گھر کی چار دیواری کو مس کر کے گزر گئی لیکن "الدار" میں داخل ہونے کی اجازت اُسے نہ ملی۔ نیچ ناتھ ہندو جس کے گھر کی دیوار حضور علیہ السلام کی دیوار کے ساتھ ملی ہوئی تھی چند گھنٹے طاعون میں مبتلا رہ کر گزر گیا لیکن حضرت اقدس علیہ السلام کا گھر اس کے اثر سے محفوظ رہا۔

ایک منصف مزاج محقق ہرگز اس امر کو تخفیف کی نظر سے نہیں دیکھ سکتا اور محض اتفاق کہہ کر اس سے صرف نظر نہیں کر سکتا کہ کسی ہولناک بیماری کے بارہ میں کوئی شخص یہ پیشگوئی کرے کہ وہ اس کے شہر میں معمولی درجہ کا اثر تو کر سکتی ہے اس سے زیادہ کی اُسے اجازت نہ ہوگی اور جہاں تک اس کے گھر کی چار دیواری کا تعلق ہے اس کے اندر رہنے والا ہر متنفس خدا تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا اور یہ بیماری اُسے ہلاک کرنے پر قدرت نہ پا سکے گی۔ پھر جیسا کہ اُس نے پیشگوئی کی ہو بعینہٖ اسی طرح ہو جائے یہ امر یقیناً اتفاق کی عملداری سے ماوراء ہے اور ہر سلیم فطرت انسان کو مزید فکر اور جستجو پر مجبور کر دیتا ہے۔

قادیان کی بستی میں طاعون کا داخل ہونا اور اِکا دُکا لوگوں اچک لے جانا ایک ایسا موضوع ہے جو بعض مثالوں کے بغیر آج کے قاری پر پوری طرح روشن نہیں ہو سکتا کن کن لوگوں کو اس نے پکڑا اور کن کن لوگوں کو اس نے چھوڑ دیا، کس کس پہ ہاتھ ڈالا اور کس کس پہ سے ہاتھ اٹھا لیا۔ کہاں اُسے کھل کھیلنے کا موقعہ ملا اور کہاں دم مارنے کی مجال نہ تھی۔ قادیان کی

تاریخ کا یہ باب حیرت انگیز ہے اور صرف اس ایک باب کا مطالعہ ہی حوادثِ طبعی اور عذابِ الٰہی میں تمیز کو دکھانے کے لئے کافی ہے۔

میں نا تھ کا ذکر کر چکا ہوں کہ کس طرح اُس کے گھر اور دارِ مسیح کے درمیان صرف ایک دیوار حائل تھی۔ یہ دیوار کچی تھی اور ان کمروں کے فرش بھی کچے تھے جو ایک دوسرے کے ساتھ ملحق تھے۔ چوہوں کے توسط سے طاعون کے کیڑوں کا ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہونا عین قرینِ قیاس تھا لیکن ایسا نہ ہونا تھا نہ ہوا اور دارِ مسیح میں بسنے والا انسان تو کجا چوہا بھی طاعون کی مرض سے ہلاک نہیں ہوا۔ یہ کوئی ایک دو ماہ یا سال دو سال کا قصہ نہیں تھا۔ ۱۸۹۸ء سے لے کر ۱۹۰۷ء تک مسلسل نو سال صوبہ پنجاب طاعون کی آفت میں مبتلا رہا لیکن اس چار دیواری میں ایک بھی طاعونی موت نہ ہوئی۔ مذہبی دنیا میں چونکہ آپ کا یہ دعویٰ خوب شہرت پا چکا تھا کہ اللہ تعالیٰ قادیان کو عموماً اور آپ کے گھر کو خصوصاً طاعونی موت سے پاک رکھے گا، اس لئے تمام معاندینِ احمدیت کی نظر اس تمنا کے ساتھ قادیان پر لگی ہوئی تھی کہ کب وہ دن آئے کہ مرزا صاحب کے گھر بھی کوئی طاعونی موت واقع ہو جائے لیکن خدا نے وہ دن کسی کو نہ دکھایا۔ ہاں بہت سے دشمنانِ احمدیت یہ دن دیکھنے کی حسرت لئے ہوئے خود طاعون کا شکار ہو کر اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے۔

حضور علیہ السلام کے معاندین کے دلوں میں قادیان میں طاعون کی عام ہلاکت دیکھنے کی تمنا ایسی مچلتی اور کروٹیں لیتی تھی کہ جب کچھ بن نہ آئی تو فرضی قصوں ہی سے تسکینِ قلب کے سامان ہونے لگے لیکن یہ تسکین بھی عارضی اور وقتی ثابت ہوئی کیونکہ حضور علیہ السلام نے معاً دلائل کی سخت ضربات کے ساتھ اس فریب کو پارہ پارہ کر دیا۔ مثال کے طور پر "پیسہ اخبار" میں شائع ہونے والی ایک فہرستِ اموات کا ذکر کرتے ہوئے جو اخبار موصوف کے نزدیک قادیان کی بستی میں طاعون سے واقع ہوئی تھیں حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنی کتاب نزولِ المسیح میں حسب ذیل طریق پر اس کے فریب کا پردہ چاک کیا۔ تحریر فرمایا:۔

(الف) "کہاں تک ان لوگوں کی نوبت پہنچ گئی ہے کہ وہ دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے اور سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتے۔ ان میں سے جھوٹ بولنے کا سرغنہ "پیسہ اخبار" کا ایڈیٹر ہے جو بار ہا دروغ گوئی کی رسوائی اُٹھا چکا ہے اور پھر باز نہیں آتا۔ وہ میری نسبت آپ ہی اقرار کرتا ہے کہ انہوں نے قادیان کے بارے میں صرف اسقدر الہام شائع کیا ہے کہ اس میں تباہی ڈالنے والی طاعون نہیں آئے گی ہاں! اگر کچھ کیس ہو جائیں جو موجب افراتفری نہ ہوں تو یہ ہو سکتا ہے۔ اور پھر اپنے دوسرے پرچوں میں فریاد پر فریاد کر رہا ہے کہ قادیان میں

طاعون آگئی"

(نزول المسیح صفحہ ۱۰-۱۱)

(ب) "وہ لکھتا ہے کہ مولا چوکیدار کی بیوی بھی طاعون سے فوت ہوگئی حالانکہ وہ اس وقت تک قادیان میں زندہ موجود ہے۔ ہر ایک شخص سوچ لے کہ اس شخص نے کیا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے کہ زندوں کو مار رہا ہے۔ کیا ایک ایڈیٹر اخبار کی قلم سے ایسے خطرناک جھوٹ شائع ہونا اور دلوں کو آزار پہنچانا موجب نقض امن نہیں ہے؟ جس شخص کے اخبار کے ہر ہفتہ میں ہزارہا پرچے شائع ہوتے ہیں قیاس کرنے کی جگہ ہے کہ وہ کس طرح خلاف واقعہ ماتم کی خبروں سے بےگناہ دلوں کو دکھ دے رہا ہے اور دنیا میں بے امنی پھیلا رہا ہے۔ ایک تو آسمان سے انسانوں پر واقعی مصیبت ہے اب دوسری مصیبت یہ پیدا ہوگئی ہے جو پیسہ اخبار کے ذریعہ سے ملک میں پھیلتی جاتی ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۱۵)

(ج) "دوسرا طریق افتراء کا جو پیسہ اخبار نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ صرف فرضی نام لکھ کر ظاہر کرتا ہے کہ یہ لوگ قادیان میں طاعون سے مرے ہیں حالانکہ ان ناموں کا کوئی انسان قادیان میں نہیں مرا۔ مثلاً وہ لکھتا ہے کہ نہمی مولا کی لڑکی طاعون سے مری ہے حالانکہ مولا مذکور کے گھر میں کوئی لڑکی پیدا ہی نہیں ہوئی۔ ایسا ہی وہ لکھتا ہے کہ ایک صدرو بافندہ طاعون سے مرا ہے حالانکہ اس گاؤں میں صدرو نام کوئی بافندہ ہی نہیں جو کہ طاعون سے مرگیا ہو۔ نہ معلوم اس کو یہ کیا سوجھی کہ فرضی طور پر نام لکھ کر ان کو طاعونی اموات میں داخل کر دیا۔ شاید اس لئے ایسا کیا گیا کہ تا کچھ پتہ نہ چل سکے اور جاہل لوگ سمجھ لیں کہ ضرور ان ناموں کے کوئی لوگ ہوں گے جو مرے ہونگے۔"

(نزول المسیح صفحہ ۱۵)

(د) "تیسرا طریق افتراء کا جو پیسہ اخبار نے اختیار کیا ہے وہ یہ ہے کہ بعض آدمی فی الحقیقت مرے تو ہیں مگر وہ کسی اور حادثہ سے مرے ہیں، نہ طاعون سے اور اس نے محض چالاکی اور شرارت سے طاعون کی اموات میں داخل کر دیا ہے۔ مثلاً وہ اپنے اخبار میں بڈھا تیلی کے لڑکے

کی نسبت لکھا ہے کہ وہ طاعون سے
مرا ہے حالانکہ تمام گاؤں جانتا
ہے کہ وہ دیوانہ کتے کے کاٹنے سے
مرا تھا۔ اور جیسا کہ معمول ہے سرکاری
طور پر اس کی موت کا نقشہ تیار کیا
گیا اور کتے کے کاٹنے کی تاریخ وغیرہ
اس میں لکھی گئی ہے"
(نزول المسیح صفحہ ۱۵-۱۹)

دشمنِ احمدیت اخبارات کی الزام تراشی کے نتیجہ میں اس زمانہ کے لاعلم عوام کے ایک طبقہ کو ضرور نقصان پہنچا ہوگا لیکن مستقبل کے لئے یہ الزام تراشی بھی احمدیت کی تائید میں کچھ نشان چھوڑ گئی۔ آج ان الزامات کے مطالعہ سے ایک محقق کا ذہن یقیناً یہ سوچنے پر مجبور ہوگا کہ:۔

(۱) اگر قادیان میں واقعۃً طاعون نے کوئی عام تباہی مچائی تھی تو دشمنانِ احمدیت کو یہ امر حکومت کے طبی ریکارڈ سے ثابت کرنا چاہئے تھا یا کم از کم یہ دعویٰ ہی کرنا چاہئے تھا کہ قادیان میں سینکڑوں طاعونی اموات واقع ہو رہی ہیں۔ اس کے برعکس محض گنتی کے چند ناموں کا اعلان کرنا خود اس امر کو ثابت کرتا ہے کہ پیشگوئی کے عین مطابق قادیان طاعون کے عام حملہ سے محفوظ رہا۔

(۲) اگر واقعۃً قادیان میں متعدد طاعونی اموات واقع ہوئی ہوتیں تو دشمنِ احمدیت اخبارات ہرگز اس امر کے محتاج نہیں تھے کہ اس بارہ میں فرضی نام شائع کرتے یا غیر طاعونی اموات کو طاعونی اموات قرار دیتے۔ اخبارات کی یہ حرکت خود اس امر کی غمازی کر رہی ہے کہ درحقیقت قادیان طاعون کی عام تباہی سے محفوظ رہا۔

(۳) معاند اخبارات کا بطور الزام بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خاندان میں کسی طاعونی موت کا ذکر نہ کرنا ان کی عاجزی اور بے بسی کی دلیل ہے اور اس امر کا مزید ثبوت ہے کہ "الدّار" کی حفاظت کا دعویٰ بڑی شان سے پورا ہوا۔

بہرکیف حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں معاند اخبارات کے الزامات کا نہایت تشفی بخش جواب دیا وہاں ایک بار پھر ان پر اپنے دعوے اور پیشگوئی کی نوعیت کو حسب ذیل الفاظ میں واضح فرمایا:۔

"ہمیں اس سے انکار نہیں کہ قادیان
میں بھی کبھی وبا پڑے یا کسی معمولی حد
تک طاعون سے جانوں کا نقصان
ہو لیکن یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ جیسا کہ
قادیان کے اردگرد تباہی ہوئی
یہاں تک کہ بعض گاؤں موت کی
وجہ سے خالی ہو گئے یہی حالت
قادیان پر بھی آوے کیونکہ وہ خدا

جو قادر خدا ہے اپنے پاک کلام میں
وعدہ کر چکا ہے جو قادیان میں تباہی
کرنے والی طاعون نہیں پڑے گی
جیسا کہ اس نے فرمایا :۔

لولا الاکرام لھلک
المقام۔

یعنی اگر مجھے تمہاری عزت ظاہر کرنا
ملحوظ نہ ہوتا تو میں اس مقام کو بھی
یعنی قادیان کو طاعون سے فنا کر دیتا
یعنی اس گاؤں میں بھی بڑے بڑے
خبیث اور شریر اور ناپاک طبع
اور کاذب اور مفتری رہتے ہیں اور
وہ اس لائق تھے کہ قہر الٰہی سب کو
ہلاک کر دیوے مگر میں ایسا کرنا
نہیں چاہتا کیونکہ درمیان میں تمہارا
وجود بطور شفیع کے ہے اور تمہارا
اکرام مجھے منظور ہے اس لئے میں
اس مرتبہ سزا سے درگذر کرتا ہوں
کہ یہ خوفناک تباہی اور موت
ان لوگوں پر ڈال دوں تاہم بکلی
بے سزا نہیں چھوڑوں گا اور
کسی حد تک وہ بھی عذاب
طاعون میں سے حصہ لیں گے تا
شریروں کی آنکھیں کھلیں۔"
(نزول المسیح ص۱۴۱)

مندرجہ بالا تحریر کے آخری الفاظ خاص طور
پر قابلِ توجہ ہیں اور زیر نظر مضمون پر بہت عمدہ روشنی
ڈالتے ہیں ان کے ساتھ جب ہم ایک گزشتہ چیلنج
کے حسب ذیل الفاظ کو ملا کر پڑھیں تو بات اور بھی
واضح ہو جاتی ہے :۔

"ہر ایک مخالف خواہ وہ امروہہ
میں رہتا ہے اور خواہ امرتسر میں اور
خواہ دہلی میں اور خواہ کلکتہ میں اور
خواہ لاہور میں اور خواہ گولڑہ میں
خواہ بٹالہ میں اگر وہ قسم کھا کر کہے گا
کہ اس کا فلاں مقام طاعون سے
پاک رہے گا تو ضرور وہ مقام طاعون
میں گرفتار ہو جائے گا کیونکہ اس
نے خدا تعالیٰ کے مقابل پر گستاخی
کی۔" (تاریخ احمدیت ص۲۱۱)

مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے مضمون کو
ذہن میں رکھ کر جب ہم حسب ذیل واقعہ پر نظر ڈالتے
ہیں تو دل خشیتِ الٰہی سے بھر جاتا ہے اور حوادثِ
طبعی اور عذابِ الٰہی میں تمیز کا مسئلہ علمی حیثیت
سے آگے گزر کر ایک قلبی واردات کی شکل میں ڈھل
جاتا ہے :۔

"اسی ماہ یعنی فروری ۱۹۰۷ء میں
جب کہ یہ کتاب شائع ہوئی اچھر چند
مینجر اخبار اور سیکرٹری آریہ سماج
قادیان نے ایڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی

صاحب تو آپ سے ایک گفتگو کے
دوران کہا کہ میں بھی مرزا صاحب
کی طرح دعویٰ کرتا ہوں کہ طاعون
سے کبھی نہیں مروں گا۔ خدا کی قدرت
چند روز کے اندر اندر "شبھ چنتک"
کا پورا عملہ طاعون کا شکار ہو گیا
اور خدا کے اس قہر نے ان کی اولاد
اور اہل و عیال کو بھی اپنی لپیٹ
میں لے لیا۔ چنانچہ سب سے پہلے
سومراج اور بھگت رام کی نرینہ
اولاد لقمۂ طاعون ہوئی پھر بھگت رام
اور اچھر چند چل بسے۔ باقی رہا
سومراج سو وہ بھی اپنے گھر،
اپنے جگری دوستوں کی تباہی و
بربادی کا نظارہ دیکھنے کے بعد
سخت بیمار ہو گیا۔ اس نے گھبرا کر
حکیم مولوی عبید اللہ صاحب بسمل
کو کہلا بھیجا کہ میں بیمار ہوں آپ
مہربانی فرما کر علاج کریں۔ مولوی صاحب
نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں
ایک عریضہ لکھ کر پوچھا کہ سومراج
نے مجھ سے علاج کرنے کے لئے
درخواست کی ہے حضور کا اس
بارہ میں کیا ارشاد ہے؟ حضرت
مسیح موعودؑ نے جواب میں فرمایا "آپ
علاج ضرور کریں کیونکہ انسانی ہمدردی
کا تقاضا ہے مگر میں آپ کو بتائے
دیتا ہوں کہ یہ شخص بچے گا نہیں" چنانچہ
حکیم بسمل صاحب کے ہمدردانہ رویّے
کے باوجود سومراج کی حالت بدتر
ہوتی گئی اور وہ آخر دوسرے روز
چار بجے کے قریب اپنے ساتھیوں سے
جا ملا" (تاریخ احمدیت صفحہ ۴۹۲/۴۹۳)

بلا شبہ یہ واقعہ بہت ہی عبرتناک اور
سبق آموز ہے مگر عبرت اور حسرت اور سخت نامرادی کی
یہ داستان نامکمل رہے گی اگر ہم پنڈت سومراج کے
اس آخری خط کا ذکر نہ کریں جو اس نے اخبار پرکاش
کے نام لکھا۔ پیشتر اس کے کہ وہ شائع ہوتا عذاب الٰہی
نے خود اسے بھی لقمۂ اجل بنا دیا۔

(یہ چٹھی) ٹھیک اسی دن شائع ہوئی جس روز
پنڈت سومراج اس دنیا سے رخصت ہوا لکھا ہے کہ:

"یکایک مہاشہ اچھر چند کی استری
اور عزیز بھگت رام برادر لالہ
اچھر چند کا لڑکا بیمار ہو گئے۔ خیر
ان کی استری کو تو آرام آ گیا لیکن
لڑکا گزر گیا۔ اس تکلیف کا ابھی خاتمہ
نہیں ہوا تھا کہ میری استری اور میرا
چھوٹا لڑکا عزیز شوراج بیمار ہو گئے
میری استری تو ابھی بیمار رہی ہے مگر
ہونہار لڑکا پلیگ کا شکار ہو گیا۔ اس

مصیبت کو ابھی بھولی نہیں گئے تھے کہ ایک ناگہانی مصیبت اور سر آپڑی اور وہ یہ تھی کہ عزیز بھگت رام جس کے لڑکے کے گزر جانے کا اوپر ذکر کیا ہے بیمار ہو گیا اور چھ روز بیمار رہ کر ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا یہی وجہ ہے کہ اب تک ہم گورداسپور میں بھی نہیں جا سکے اور اخبار بھی دو ہفتہ سے بند ہے اور ابھی اپریل کا کوئی پرچہ نکلنے کی آشا نہیں ہے کیونکہ لالہ اچھر چند جی تو اول کئی ہفتے اسی صدمے سے کام کرنے کے قابل نہیں رہے۔"
(تاریخ احمدیت صفحہ ۲۹۲-۲۹۳)

قادیان میں طاعون نے کس حد تک اور کہاں کہاں دخل دیا اس کی کچھ کیفیت بیان ہو چکی ہے۔ یہ بھی گزر چکا ہے کہ دار مسیح میں کسی بسنے والے ذی روح کی جان لینے پر اسے قدرت نصیب نہ ہوئی۔ یہ ایک ایسی تاریخی حقیقت ہے جس کی تردید کی شدید ترین معاندِ احمدیت کو بھی توفیق نصیب نہ ہو سکی۔ یہ خدا کا ایسا اٹل وعدہ تھا جس کی تفاصیل پر نظر ڈالنے سے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اس تمام عرصہ میں بیماری کے صرف دو ایسے واقعات ہوئے جن پر طاعون کا شبہ گزرا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ وہ طاعون تھا بھی کہ نہیں۔ لیکن اگر دوسری بیماری بھی تھی تو اس کے نتیجے میں موت واقع ہونے پر دشمن کو تضحیک کا موقعہ ضرور مل سکتا تھا اور پیشگوئی کی صداقت پر شک و ابہام کا پردہ پڑ سکتا تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ کی غیرت نے یہ بھی پسند نہ کیا کہ مسیح کی چار دیواری میں بسنے والا کوئی متنفس طاعون کے شبہ میں بھی مارا جائے۔ یہ دو واقعات حسب ذیل ہیں:۔

(۱) "ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کو سخت بخار ہو گیا اور ان کو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیت کر دی اور مفتی محمد صادق صاحب کو سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت یہ الہام ہے اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ تب میں ان کی عیادت کے لئے گیا۔ ان کو پریشان اور گھبراہٹ میں پا کر میں نے ان کو کہا کہ اگر آپ کو طاعون ہو گئی تو پھر میں جھوٹا اور میرا دعویٰ الہام غلط ہے۔ یہ کہہ کر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نمونہ قدرتِ الٰہی دیکھا کہ ہاتھ لگنے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔" (تاریخ احمدیت صفحہ ۲۲۴)

۲ - "مَیں نے کئی دفعہ ایسی منذر خوابیں دیکھیں جن میں صریح طور پر یہ بتلایا گیا تھا کہ میرزا صر نواب جو میرے خسر ہیں ان کے عیال کے متعلق کوئی مصیبت آنے والی ہے۔ . . . . مَیں دعا میں لگ گیا اور وہ اتفاقاً مع اپنے بیٹے اسحاق اور اپنے گھر کے لوگوں کے لاہور جانے کو تھے مَیں نے ان کو یہ خوابیں سُنا دیں اور لاہور جانے سے روک دیا۔ اور انہوں نے کہا کہ مَیں آپ کی اجازت کے بغیر ہرگز نہیں جاؤں گا۔ جب دوسرے دن کی صبح ہوئی تو میر صاحب کے بیٹے اسحاق کو تیز تپ چڑھ گیا اور سخت گھبراہٹ شروع ہو گئی اور دونوں طرف بُن ران میں گلٹیاں نکل آئیں اور یقین ہو گیا کہ طاعون ہے کیونکہ اس ضلع کے بعض مواضع میں طاعون پھوٹ پڑی ہے۔ تب معلوم ہُوا کہ مذکورہ بالا خوابوں کی تعبیر یہی تھی اور دل میں سخت غم پیدا ہُوا اور مَیں نے میر صاحب کے گھر کے لوگوں کو کہہ دیا کہ مَیں تو دعا کرتا ہوں آپ بہت توبہ اور استغفار کریں کیونکہ مَیں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ نے دشمن کو اپنے گھر میں بلایا ہے اور یہ کسی لغزش کی طرف اشارہ ہے اور اگرچہ مَیں جانتا تھا کہ موت فوت قدیم سے ایک قانونِ قدرت ہے لیکن یہ خیال آیا کہ اگر خدا نخواستہ ہمارے گھر میں کوئی طاعون سے مر گیا تو ہماری تکذیب میں شورِ قیامت برپا ہو جائے گا اور پھر گو مَیں ہزار نشان بھی پیش کروں تب بھی اس اعتراض کے مقابل پر کچھ بھی ان کا اثر نہیں ہو گا۔ کیونکہ مَیں صدہا مرتبہ لکھ چکا ہوں اور ہزارہا لوگوں میں بیان کر چکا ہوں کہ ہمارے گھر کے تمام لوگ طاعون کی موت سے بچے رہیں گے۔ غرض اس وقت جو کچھ میرے دل کی حالت تھی مَیں بیان نہیں کر سکتا۔ مَیں فی الفور دعا میں مشغول ہو گیا اور بعد دعا کے عجیب نظارۂ قدرت دیکھا کہ دو تین گھنٹہ میں خارق عادت کے طور پر اسحاق کا تپ اُتر گیا اور گلٹیوں کا نام و نشان بھی نہ رہا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا اور نہ صرف اس قدر بلکہ پھرنا، چلنا، کھیلنا، دوڑنا شروع کر دیا گویا کبھی کوئی بیماری نہیں ہوئی تھی۔ یہی ہے احیائے موتی۔ مَیں حلفاً کہتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ کے احیائے موتی میں اس سے ایک ذرّہ کچھ

زیادہ نہ تھا" (تاریخ احمدیت صفحہ ۲۲۵)

چوتھی شق۔ جماعت احمدیہ کی عمومی حفاظت کا وعدہ

اب ہم پیشگوئی کی چوتھی شق کو لیتے ہیں جس میں جماعت احمدیہ کی عمومی حفاظت کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس دعویٰ میں اولیت حاصل تھی کہ یہ طاعون چونکہ عذابِ الٰہی ہے۔ اس لئے اس کا روحانی علاج ہی تجویز ہونا چاہیئے لیکن حضور علیہ السلام کے اس دعویٰ کے بعد بکثرت دوسرے مذاہب اور فرقوں کے رہنما بھی اس نقطۂ نگاہ میں آپ سے متفق ہو گئے البتہ اس اصل کو تسلیم کرتے ہوئے جو نتیجہ نکالا وہ بالکل مختلف تھا۔ گو سبھی یہ تسلیم کرتے تھے کہ اس عذاب سے بچنے کے لئے کوئی روحانی علاج ہی تجویز ہونا چاہیئے لیکن ان میں سے ہر ایک الگ الگ اور مختلف روحانی علاج تجویز کر رہا تھا جس کے نتیجے میں وسیع پیمانے پر مذہبی مقابلہ کی ایک دلچسپ صورت پیدا ہو گئی خصوصاً پنجاب کی سرزمین تو اس پہلو سے ایک وسیع مذہبی اکھاڑے میں تبدیل ہو گئی جس کی مٹی کو گویا طاعون نے ہل چلا چلا کر اس مقصد کے لئے نرم اور سازگار بنا رکھا تھا۔ طاعون سے بچنے کے لئے جو مختلف نسخہ جات منظرِ عام پر آ رہے تھے ان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اور مسلمان لوگ جیسا کہ میاں شمس الدین سیکرٹری انجمن حمایت اسلام لاہور کے اشتہار سے سمجھا جاتا ہے جس کو انہوں نے ماہ حال یعنی اپریل ۱۹۰۲ء میں شائع کیا ہے اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تمام فرقے مسلمانوں کے شیعہ سنی مقلد غیر مقلد میدانوں میں آ کر اپنے اپنے طریقۂ مذہب میں دعائیں کریں اور ایک ہی تاریخ میں اکٹھے ہو کر نماز پڑھیں تو بس یہ ایسا نسخہ ہے کہ معاً اس سے طاعون دُور ہو جائے گی مگر اکٹھے کیونکر ہوں اس کی کوئی تدبیر نہیں بتلائی گئی۔ ظاہر ہے کہ فرقہ وہابیہ کے مذہب کے رُو سے تو بغیر فاتحہ خوانی کے نماز درست ہی نہیں۔ پس اس صورت میں ان کے ساتھ حنفیوں کی نماز کیونکر ہو سکتی ہے کیا باہم فساد نہیں ہوگا؟ ماسوا اس کے اس اشتہار کے لکھنے والے نے یہ ظاہر نہیں کیا کہ ہندو اس مرض کے دفعیہ کے لئے کیا کریں۔ کیا ان کو اجازت ہے یا نہیں کہ وہ بھی اس وقت اپنے بتوں سے مدد مانگیں اور عیسائی کس طریق کو اختیار کریں اور جو فرقے حضرت حسین یا علی رضی اللہ عنہ کو قاضی الحاجات سمجھتے ہیں اور محرم میں تعزیوں پر منتیں اور درخواستیں مرادوں کے لئے گزارا کرتے ہیں اور یا جو مسلمان سید عبدالقادر جیلانی کی پوجا کرتے ہیں یا جو شاہ مدار

یا سنی سرور کو پوجتے ہیں وہ کیا کریں؟ اور کیا اب یہ تمام فرقے دعائیں نہیں کرتے؟ بلکہ ہر ایک فرقہ خوف زدہ ہو کر اپنے اپنے معبود کو پکار رہا ہے .....

یہ تو مسلمانوں کے خیالات ہیں جو طاعون کو دور کرنے کے لئے سوچے گئے ہیں اور عیسائیوں کے خیالات کے لئے ابھی ایک اشتہار پادری وائٹ بریخت صاحب اور ان کی انجمن کی طرف سے نکلا ہے اور وہ یہ کہ طاعون کے دور کرنے کے لئے اور کوئی تدبیر کافی نہیں بجز اس کے کہ حضرت مسیح کو خدا مان لیں اور ان کے کفارہ پر ایمان لے آئیں۔

اور ہندوؤں میں سے جو آریہ لوگ پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہ بلائے طاعون وید کے ترک کرنے کی وجہ سے ہے تمام فرقوں کو چاہیئے کہ ویدوں کی ست ودیا پر ایمان لاویں اور تمام نبیوں کو نعوذ باللہ مفتری قرار دیں تب اس تدبیر سے طاعون دور ہو جائیگی۔

اور ہندوؤں میں سے جو سناتن دھرم فرقہ ہے اس فرقہ میں دفع طاعون کے بارے میں جو رائے ظاہر کی گئی ہے اگر ہم پرچہ اخبار عام نہ پڑھتے تو شاید اس عجیب رائے سے بے خبر رہتے اور وہ رائے یہ ہے کہ یہ بلائے طاعون گائے کی وجہ سے آئی ہے۔ اگر گورنمنٹ یہ قانون پاس کر دے کہ اس ملک میں گائے ہرگز ذبح نہ کی جائے تو پھر دیکھئے کہ طاعون کیونکر دفع ہو جاتی ہے۔ بلکہ اسی اخبار میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ایک شخص نے گائے کو بولتے سنا کہ وہ کہتی ہے کہ میری وجہ سے ہی اس ملک میں طاعون آیا ہے۔"

(کتاب مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 1218/1219)

ان مختلف روحانی نسخہ جات کے بعد آپ نے اس بارہ میں اپنا موقف حسب ذیل الفاظ میں بیان فرمایا۔

"اس بیماری کے دفع کے لئے وہ پیغام جو خدا نے مجھے دیا ہے وہ یہی ہے کہ لوگ مجھے سچے دل سے مسیح موعود مان لیں۔"

(مرزا غلام احمد قادیانی صفحہ 122)

آئیے اب ہم دیکھیں کہ اس بلائے طاعون کی خود اپنی ادائیں کیا کہتی ہیں۔ عذاب الہی کے سے بامقصد اور سنجیدہ آداب تھے یا حوادث زمانہ کے سے لاابالی اور بے نظم و ضبط اطوار۔ اس زاویۂ نگاہ سے واقعات کا ایک سرسری جائزہ لینے سے ہی یہ حقیقت منکشف ہو جاتی ہے کہ اس طاعون کی روش اتفاقی حوادث کے تابع نہیں

تھی بلکہ عذابِ الٰہی کی بالاتر تقدیر کے ماتحت تھی۔ حوادث کا قانون تو اندھا ہوتا ہے، نیک و بد میں تمیز نہیں جانتا۔ سچے اور جھوٹے میں فرق نہیں کر سکتا بلکہ سب پر یکساں جاری ہوتا ہے لیکن طاعون کی یہ وبا اندھی نہ تھی۔ سچے اور جھوٹے میں فرق کر کے دکھاتی تھی۔ اس کی پکڑ کا اصول سب پر یکساں جاری نہ تھا۔ بعضوں کو غیر معمولی سختی سے پکڑتی تھی اور بعضوں سے بڑی ملائمت کا سلوک کرتے ہوئے صرفِ نظر کر جاتی تھی۔ اس نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں میں ایسا صاف اور بیّن فرق کر کے دکھایا کہ ایک زمانہ گواہ ٹھہرا اور وہ گواہیاں صفحۂ ہستی پر ایک ایسا پائیدار نقش بن گئیں جو آپ کے دعویدار کی صداقت پر گویا بولتی ہوئی تصویریں تھیں۔ اگر یہ بیماری طبعی حوادث کا نتیجہ ہوتی تو بلاشبہ اسے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے متبعین سے بھی ویسا ہی سلوک کرنا چاہیئے تھا جیسا اُس نے دوسرے معالجینِ روحانی سے کیا۔ احمدی بستیاں بھی ویسے ہی اُجڑ جاتیں جیسے دوسری بستیاں اُجڑ رہی تھیں بلکہ اُن سے بڑھ کر گلشنِ احمدیت پر تباہی آنی چاہیئے تھی۔ حضرت اقدس علیہ السلام اور دوسرے مذہبی رہنماؤں کے دعاوی میں ایک بہت بڑا اور بنیادی فرق تھا۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ سے خاص خبر پا کر یہ علاج تجویز کر رہا ہے۔ پس کوئی وجہ نہ تھی کہ مجوزہ روحانی علاج کی ناکامی کی صورت میں ان کے مرید اور حلقہ بگوش اپنے مذہب ہی سے ارتداد اختیار کر جاتے لیکن حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کا معاملہ کچھ اور تھا۔ آپ اگر اپنے دعوے میں جھوٹے

نکلتے تو بلاشبہ آپ کی ساری جماعت بدظن اور مرتد ہو کر اپنے آبائی فرقوں کی طرف لوٹ جاتی۔ وہ آپ کے گرد جمع ہی اس بناء پر ہوئے تھے کہ انہیں یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ سے ہمکلام ہوتا ہے اور اس نے آپ کو زمانے کا امام بنا کر بھیجا ہے۔ محض اس یقین کی بناء پر تو انہوں نے ایک ایسا مسلک اختیار کیا تھا جس کا اختیار کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ احمدی ہوتے ہی اپنے پرائے ہو جاتے تھے۔ آشنا بیگانے بن جاتے تھے۔ بسا اوقات اپنے گھروں سے نکالے جاتے اور وطنوں سے بے وطن کئے جاتے۔ جاں نثار دوست خون آشام دشمن بن جاتے۔ باصفا مرید خشمناک معاند میں تبدیل ہو جاتا۔ اموال لُوٹ لئے جاتے۔ جائدادیں چھینی جاتیں۔ یہاں تک کہ بیوی بچے بھی الگ کر دیئے جاتے جو چیزیں خدا تعالیٰ نے ان پر حلال رکھی تھیں بندے ان پر حرام کر دیتے۔ چیزوں کا تو ذکر کیا خود زندگی حرام ہو جاتی۔ عزتیں ذلتوں میں بدل جاتیں۔ پھول پتھروں میں، اکرام و احترام کے القابات غلیظ گالیوں میں تبدیل کر کے کوڑا کرکٹ کی طرح ان پر صبح و شام انڈیلے جاتے۔ یہ تھی وہ جماعت جو حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے گرد اکٹھی ہوئی تھی۔ اور یہ وہ قیمت تھی جو ایمان کا سودا چکاتے ہوئے انہوں نے ادا کی تھی۔ کیوں؟ محض اس لئے اور محض اس لئے اور محض اس لئے کہ وہ اُسے خدا کا فرستادہ سمجھتے تھے اور یقین جانتے تھے کہ وہ جو کچھ کہتا ہے اپنے رب کی طرف سے کہتا ہے۔ اب سوچنے کا مقام ہے کہ ایک ایسی

جماعت جو انتہائی صبر آزما اور بڑی آزار رسا ابتلاؤں کی سختیاں محض اس بناء پر برداشت کر رہی ہو کہ وہ ایک دعویدار کو خدا تعالیٰ کا سچا مرسل سمجھتی ہو۔ اگر اچانک یہ مشاہدہ کرے کہ اس شخص کا خدا تعالیٰ سے ہمکلامی اور نصرتِ الٰہی کے مورد ہونے کا دعویٰ محض ایک ڈھکوسلا تھا تو کیا وہ ایک لمحہ کے لئے بھی مزید اس کی تائید و تصدیق کا دم بھر سکتی تھی۔ اگر مرزا صاحب کا یہ دعویٰ جھوٹا نکلتا کہ طاعون احمدیوں کے ساتھ ایک نمایاں اور امتیازی سلوک کرے گی اور اِکا دُکا واقعات کے سوا عموماً احمدی اس کی زد سے محفوظ رہیں گے تو احمدیوں کا کیا سر پھر گیا تھا کہ عذاب کی دوہری چکّی میں پیسے جاتے۔ دنیا کا عذاب بھی سہیڑتے اور الٰہی عذاب کا مورد بھی بنتے۔ انسانی بغض و عناد کی آگ میں بھی جلتے اور حوادث کی چکّی میں بھی پیسے جاتے۔ کیا کوئی صاحبِ عقل ایک منٹ کے لئے بھی اس بعید از قیاس مفروضہ پر یقین کر سکتا ہے کہ طاعون کے زمانہ میں دنیا کے دھتکارے ہوئے، مارے کوٹے، گھروں سے نکالے ہوئے، برادریوں سے خارج کئے ہوئے، زمانے کے ستائے ہوئے، لوٹے ہوئے، دل جلاتے ہوئے احمدی بستی بستی یہ اعلان کرتے پھرتے ہوں کہ اے دنیا والو! اگر طاعون کے اس ہولناک سیلاب سے بچنا چاہتے ہو تو آؤ تم بھی ہماری طرح نوحِ زمانہ کی اس کشتی میں سوار ہو جاؤ جس میں ہم سوار ہیں۔ اور اس اعلان کے ساتھ ساتھ طاعون کی ہلاکت خیز موجیں انہیں بھی اسی طرح لقمہ اجل بناتی چلی جائیں جس طرح دوسروں کو بناتی تھیں۔ کیا یہ ممکن تھا کہ دنیا انہیں پہلے سے کہیں بڑھ کر طعن و تشنیع کا نشانہ نہ بناتی؟

ایک منٹ کے لئے نہیں کیا ایک لمحہ کے لئے بھی کوئی صاحبِ رُشد یہ سوچ سکتا ہے کہ ایسی صورت میں کوئی احمدی بھی حضرت مرزا صاحبؑ کی صداقت کا دم بھرنے والا باقی رہ جاتا؟ یقیناً نہیں۔ آپ کے مبیّنہ افتراء پر طاعون زدہ علاقوں میں اس سے زیادہ قطعی اور اس سے زیادہ معتبر کوئی اور گواہ سوچا نہیں جا سکتا تھا۔ آپ کے خلاف طاعون کی یہ گواہی اتنی قطعی، اتنی حقیقی اور اتنی نزدیک اور قوی اور شدید ہوتی کہ کسی متنفّس میں یہ ہمّت اور استطاعت نہ ہوتی کہ اس کا انکار کر سکے۔

پس اس پُر آشوب زمانہ میں جماعت احمدیّہ کا غیر معمولی استقامت اختیار کرنا اور حضرت اقدس علیہ السلام کے تمام دعاوی پر استقامت سے مُہرِ تصدیق ثبت کرنا اِس امر کا ناقابلِ تردید گواہ ہے کہ افرادِ جماعت نے اپنے حق میں حضور علیہ السلام کے اس وعدہ کو پورا ہوتے دیکھا ہوگا کہ وہ طاعون کی زد سے غیر معمولی طور پر محفوظ رہیں گے۔

آج کے متلاشیٔ حق کے لئے یہ سمجھنا کچھ مشکل نہیں کہ اس زمانے کے لوگوں کے لئے طاعون کی پیشگوئی کے سچا یا جھوٹا نکلنے کی صورت میں دو ہی راستے رہ جاتے تھے۔ ایک وہ جو احمدیت میں داخل ہونے کا راستہ تھا اور واقعاتی شہادت کی مشعل ہاتھ میں لئے ہوئے جب ہم مخالف سمتوں میں چلنے والی ان دو یکطرفہ راہوں پر نظر

ڈالتے ہیں تو احمدیت سے نکل بھاگنے والی راہ کو سنسان اور ویران پاتے ہیں لیکن احمدیت میں داخل ہونے والی راہ پر خلائق کا ایسا ہجوم دیکھتے ہیں کہ کھوے سے کھوا چھلتا ہے۔ جوق در جوق لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور ایسے علاقوں میں بھی بکثرت نئی جماعتیں پیدا ہو رہی ہیں جہاں مخالفت کی شدّت کے باعث اس سے قبل سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ طاعون کا ڈنڈا دنیا کی مخالفتوں کے مقابل پر زیادہ سخت ثابت ہوا پس یہی ڈنڈا جیتا اور پیہم شدید ضربات کے ساتھ احمدیت کی چار دیواری سے باہر کے بسنے والوں پر برستا رہا یہاں تک کہ ہزارہا بلکہ لاکھوں انسانوں نے عافیت اور امان اسی میں دیکھی کہ حصارِ احمدیت میں داخل ہو جائیں۔

ہمارے اس دعویٰ کی صداقت کسی کاغذی شہادت کی محتاج نہیں۔ پنجاب کے طاعون زدہ علاقوں میں وہ تمام دیہات اس امر کا زندہ ثبوت ہیں جہاں احمدیت کا پودا اذنِ الٰہی کے ماتحت طاعون کے ہاتھوں لگایا گیا۔ اسی طرح وہ تمام احمدی جماعتیں اس دعویٰ کی صداقت پر مزید گواہی دے رہی ہیں جو طاعون سے پہلے قائم ہو چکی تھیں لیکن طاعون کے نتیجہ میں کم ہونے کی بجائے اَور بھی زیادہ نشوونما پانے لگیں۔ پس کیا یہ تعجب کی بات نہیں اور کیا اسے حادثۂ طبعی قرار دینا کسی بھی منطق کی رُو سے درست ہوگا۔ سیاہ موت کا یہ ہاتھ ہر دوسری سرزمین پر تو موت کے بیج بکھیرتا رہے لیکن احمدیت کی سرزمین میں داخل ہو تو زندگی کے پودے لگانے لگے۔ یہ صرصر جو دوسرے چمنستانوں پر چلے

تو انہیں اُجاڑنے اور ویران کرنے لگے لیکن جب صحنِ احمدیت میں داخل ہو تو ایک زندگی بخش بادِ بہار میں تبدیل ہو جائے جس سے چمن کا بوٹا بوٹا پتہ پتہ راضی ہو جائے۔ نئے شگوفے پھُوٹنے لگیں، نئی کونپلیں نمودار ہونے لگیں، نئے پھُول کھلنے لگیں، نئے پھل آنے لگیں، روش روش پر زندگی انگڑائیاں لے اور سرسبزی اور شادابی نچھاور ہو اور زبانِ حال سے طیورِ چمن مسیحائے زماں کے یہ نغمات الاپنے لگیں ؎

بہار آئی ہے اس وقتِ خزاں میں
کِھلے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عجب اس دلستاں میں
ہوئے بدنام ہم اس سے جہاں میں
ہُوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی

یہ کیسی بلا تھی زمانہ تھی، یہ کیسا حادثۂ طبعی تھا کہ احمدیت کو کم کرنے کی بجائے اَور بھی بڑھا گیا دشمنانِ احمدیت کو بڑھانے کی بجائے کم کر گیا اور کمتر کرتا چلا گیا یہ سلوک، یہ اطوار، یہ ادائیں تو بلاشبہ ایسے عذابِ الٰہی کی نشاندہی کر رہے ہیں جو اپنوں اور غیروں میں ہمیشہ امتیاز کیا کرتا ہے۔

کوئی مجھ پر شاعری کا الزام نہ دھرے اور مضمون آفرینی کے طعنے نہ دے۔ تاریخِ احمدیت کا یہ دَور ہی کچھ ایسا وجد آفرین ہے کہ اس کے نظارے سے طبیعت جھومنے لگتی ہے اور قلم روش روش پر دَوڑتا ہے اور قابو میں نہیں رہتا۔ پس قارئین مجھے طرزِ تحریر کی

اس تھوڑی سی تبدیلی پر معاف کریں اور معذور جانیں۔ یہ مشاہدہ بہت ہی ہیجان خیز ہے کہ وقت کا پہیہ اپنے ابدی سفر کے دوران جب طاعون کی خشمگیں فضا میں سے گزرے تو ہر دوسرے مذہب اور فرقے کو تو کمزور اور چھوٹا کر جائے لیکن احمدیت کو پہلے سے بھی بڑھ کر طاقتور اور کثیر التعداد بنا دے۔

لامذہب لوگوں کی طرف سے اس موقعہ پر ایک اعتراض یہ اُٹھایا جا سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ خوف کے عام قانون کے تابع ایسا ہوا ہو۔ جب دنیا پر کوئی بڑی اور عام تباہی آتی ہے تو بالعموم زود اعتقاد عوام اس قسم کا ردِّ عمل دکھایا ہی کرتے ہیں۔ عوام تو عوام خواص بھی ایسے موقعوں پر بیہ توہمات کا شکار ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ جان بچانے کے لئے تنکوں کے سہارے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ پس ممکن ہے اس قسم کی کوئی نفسیاتی کیفیت ان دنوں احمدیت کی طرف میلان کا محرک بنی ہو۔ یہ اعتراض بظاہر بڑا وزنی نظر آتا ہے لیکن جب ہم اسے حقائق کی میزان پر تولتے ہیں تو وزن میں اس کے ایک چھوٹے سے تنکے سے بھی کمتر پاتے ہیں۔ احمدیت کی طرف سے اس اعتراض کے جواب میں یہ سوال اُٹھایا جا سکتا ہے کہ اگر خوف و ہراس کی کوئی عام نفسیاتی کیفیت ہی احمدیت کی طرف لوگوں کے رجحان کی ذمہ دار تھی، تو اس عام نفسیاتی کیفیت نے دوسرے مذاہب اور فرقوں کی مدد کیوں نہ کی اور کیوں عوام و خواص کی زود اعتقادی صرف احمدیت کی جانب ہی مائل رہی؟ احمدیت اس دعویٰ میں تنہا تو نہ تھی کہ صرف وہی امن اور نجات کا ذریعہ ہے جیسا کہ گزر چکا ہے ہر مذہب اور فرقے نے اس موقعہ سے فائدہ اُٹھانے کی کوشش کی اور گھبرائی ہوئی، خوف زدہ اور بدکی ہوئی حواس باختہ انسانیت کو امن اور حفاظت کا وعدہ دے کر اپنی طرف بلایا۔ ان کی طرف جانے والی راہیں بظاہر زیادہ کشادہ تھیں اور کم بے خطر۔ ان راہوں میں ابتلاء اور مخالفتوں اور شدید دشمنیوں کے ویسے کانٹے نہ تھے جیسے احمدیت کی راہ میں بچھے ہوئے تھے۔ قدرت کا یہ اٹل قانون ہے کہ متحرک چیزیں کم تر مدافعت اور مزاحمت کی راہیں اختیار کیا کرتی ہیں، پانی ڈھلوان ہی کی طرف بہتا ہے۔ دوسرے فرقوں یا مذاہب کو قبول کرنا احمدیت کی نسبت کہیں زیادہ آسان تھا اور اپنے پہلے مذہب پر ہی جمے رہنا اس سے بھی آسان تر۔ پھر کیوں ایسا نہ ہوا کہ اور کیوں زود اعتقادی کا پانی ان طبعی آسان تر ڈھلوانوں کو چھوڑ کر احمدیت کی پُر مشقت اور صعود آزما بلندی کی طرف بہنے لگا۔ لازماً کوئی مختلف اور قوی تر محرّک اس سمت میں کام کر رہا تھا جو اس کے سوا نہیں ہو سکتا کہ جس شخص کو بھی قریب سے احمدیت کے حالات دیکھنے کا موقعہ ملا اُس نے یہ فرق مشاہدہ کیا کہ طاعون احمدیوں کے ساتھ نمایاں امتیازی سلوک کرتی ہے اور دوسروں میں اگر دس فیصدی اموات ہیں تو احمدیوں میں ۱/۱۰ فیصدی بھی نظر نہیں آتیں۔

اگر ہمارے طرزِ استدلال کو قبول کرنے پر کوئی طالبِ حق ابھی تک متردّد ہو اور مزید عقلی اور نقلی ثبوت

کا مطالبہ کرے تو اس کے دل کی تسلی کے لئے ہم یہ راہ تجویز کرتے ہیں کہ سارے مشرقی یا مغربی پنجاب میں کسی ایک بھی ایسی ہندو، عیسائی، شیعہ، سنّی، چکڑالوی، دیوبندی، اہلحدیث یا بریلوی بستی کی تلاش کر کے دکھائے جو طاعون کے زمانہ میں اپنا آبائی مذہب یا فرقہ ترک کر کے محض اس لئے ہندو، عیسائی، شیعہ، سنّی، چکڑالوی، دیوبندی، اہلحدیث یا بریلوی ہوگئی ہو کہ اُسے اپنے پہلے مذہب یا فرقے کے مقابلہ پر اس نئے مذہب یا فرقہ میں بلائے طاعون سے بچنے کے زیادہ امکانات نظر آتے تھے۔ اگر کوئی ایسی بستی تلاش نہ کر سکے اور یقیناً نہیں کر سکے گا تو ہمارے پاس آئے ہم اُسے سینکڑوں ایسی جماعتیں دکھائیں جو طاعون کے زمانے میں طاعون کے خوف سے امن میں آنے کی خاطر معرضِ وجود میں آئیں یا جن میں احمدیت اس مشاہدہ کے نتیجہ میں پہلے سے زیادہ پھیلنے لگی کہ طاعون احمدیت سے خاص رعایت کا سلوک کرتی تھی۔ ہم یہ بستیاں دکھا کر ہر شک کرنے والے معترض سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ آخر کیوں ایک عام نفسیاتی خوف و ہراس اور زود اعتقادی نے ساری دنیا کے بڑے بڑے طاقتور مذاہب اور فرقے چھوڑ کر احمدیت کی ایک چھوٹی سی غریب جماعت کا رُخ کیا۔ اہل بصیرت کے لئے کیا اس میں کوئی نشان نہیں؟

آخر پر آج کے متلاشیٔ حق کے لئے ہم تحقیق کی ایک یہ راہ بھی تجویز کرتے ہیں کہ اس زمانہ میں احمدیت کے لٹریچر اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں جن احمدی بزرگان اور علماء کا ذکر آتا ہے ان کی فہرست تیار کر کے ان کے حالاتِ زندگی کا جب وہ تتبع کرے گا تو کسی کو طاعونی موت کا شکار نہ پائے گا لیکن اسکے برعکس معاندینِ احمدیت کی فہرست تیار کر کے اگر وہ اس کسوٹی پر ان کو پرکھے گا تو یہ دیکھ کر یقیناً حیران رہ جائے گا کہ ان میں سے متعدد معروف معاندین مرض طاعون کا شکار ہو گئے بلکہ بعض تو ایسے غیر معمولی حالات میں طاعون کا شکار ہوئے کہ جماعت احمدیہ کے لئے ان کی موت میں تقویتِ ایمان اور غیروں کے لئے غیرت کا سامان تھا۔ قادیان کے ان آریہ اخبار نویسوں کا ذکر گزر چکا ہے جنہوں نے حضرت مرزا صاحب علیہ السلام کے دعوے کا مذاق اُڑاتے ہوئے طاعون کے متعلق تعلی کی تھی۔ اب چند اور معاندینِ احمدیت کی فہرست بطور مثال پیش کی جاتی ہے:۔

(۱) "سب سے پہلے مولوی رسل بابا باشندہ امرتسر ذکر کے لائق ہے جس نے میرے رد میں کتاب لکھی اور بہت سخت زبانی دکھائی .... آخر خدا کے وعدہ کے موافق طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۲) محمد بخش نام جو ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ تھا عداوت اور ایذا پر کمربستہ ہوا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔

(۳) چراغدین نام ساکن جموں اٹھا جو رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا جس نے میرا نام دجّال رکھا اور کہتا تھا کہ حضرت نے

مجھے عصا دیا ہے تا میں عیسیٰ کے
عصا سے اس دجال کو ہلاک کروں سو
وہ بھی میری پیشگوئی کے مطابق ۳ اپریل
۱۹۰۶ء کو مع اپنے دونوں بیٹوں کے
طاعون سے ہلاک ہو گیا۔

(۴) نور احمد موضع بھڑی چٹھہ تحصیل
حافظ آباد کا باشندہ تھا ... وہ
بول اٹھا کہ طاعون ہمیں نہیں چھوڑے گی
بلکہ یہ طاعون مرزا صاحب کو ہلاک
کرنے کے لئے آئی ہے اور اس کا اثر
ہم پر ہرگز نہیں ہوگا مرزا صاحب پر
ہی ہوگا...... ایک ہفتہ کے بعد
نور احمد طاعون سے مر گئے۔

(۵) میاں معراج الدین صاحب لاہور
سے لکھتے ہیں کہ مولوی زین العابدین
جو مولوی فاضل اور منشی فاضل
کے امتحانات پاس کردہ تھا...
انجمن حمایت اسلام لاہور کا ایک
مقرب مدرس تھا۔ اس نے حضورؑ کے
صدق کے بارہ میں مولوی محمد شبلی
سیالکوٹی سے کشمیری بازار میں ایک
دکان پر کھڑے ہو کر مباہلہ کیا۔ پھر
تھوڑے دنوں کے بعد مرض طاعون
مر گیا اور نہ صرف وہ بلکہ اس کی بیوی
بھی طاعون سے مر گئی اور اس کا داماد
بھی جو اکاؤنٹنٹ جنرل میں ملازم تھا
طاعون سے مر گیا۔ اس طرح اس کے
گھر کے سترہ آدمی مباہلہ کے بعد طاعون
سے ہلاک ہو گئے۔

(۶) میاں معراج دین لکھتے ہیں کہ ایسا ہی
کریم بخش نام لاہور میں ایک ٹھیکیدار
تھا وہ سخت بے ادبی اور گستاخی
حضورؑ کے حق میں کرتا تھا اور اکثر کرتا
ہی رہتا تھا میں نے کئی دفعہ اس کو
سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر جوانی میں
ہی شکار موت ہوا۔

(۷) سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی لکھتے
ہیں کہ حافظ سلطان سیالکوٹی حضورؑ کا
سخت مخالف تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس
نے ارادہ کیا تھا کہ سیالکوٹ میں آپؑ
کی سواری گزرنے پر آپؑ پر راکھ ڈالے
آخر وہ سخت طاعون سے اسی سنہ ۱۹۰۶ء
میں ہلاک ہوا اور اس کے گھر کے نو
یا دس آدمی بھی طاعون سے ہلاک
ہو گئے۔

(۸) حکیم محمد شفیع (سیالکوٹ) جو بیعت
کر کے مرتد ہو گیا تھا جس نے مدرسۃ
القرآن کی بنیاد ڈالی تھی آپؑ کا سخت
مخالف تھا... آخر وہ بھی طاعون کا
شکار ہوا اور اس کی بیوی اور اس کی

والدہ اور اس کا بھائی سب یکے بعد دیگرے طاعون سے مرے اور اسکے مردے کو جو لوگ امداد دیتے تھے وہ بھی ہلاک ہوگئے۔

(۹) مرزا سردار بیگ سیالکوٹی جو اپنی گندہ زبانی اور شوخی میں بہت بڑھ گیا تھا . . . . وہ بھی سخت طاعون میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوا۔ ایک دن اس نے شوخی سے جماعت احمدیہ کے ایک فرد کو کہا کہ کیوں طاعون طاعون کرتے ہو ہم تو تب جانیں کہ ہمیں طاعون ہو پس اس سے دو دن بعد طاعون سے مر گیا۔[۶]

(۱۰) مولوی محمد ابوالحسن نے حضرت اقدس کے خلاف کتاب "بجلی آسمانی بر سر دجال قادیانی" لکھی جس میں کئی مقامات پر کاذب کی موت کے لئے بددعا کی آخر جلد ہی طاعون سے مر گیا . . . . دیکھنے والوں نے بیان کیا ہے کہ انیس ۱۹ دن تک پلیگ میں مبتلا رہ کر چیختیں مارتے رہے اور نہایت دردناک حالت میں جان دی۔

(۱۱) ابوالحسن عبدالکریم نام نے حسب اس

---

[۶] حقیقۃ الوحی ص۲۳۶، ص۲۳۰

کتاب کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنا چاہا تو وہ بھی طاعون کا شکار ہوگیا۔

(تاریخ احمدیت صفحہ ۴۰۸-۴۰۹)

(۱۲) ایک شخص فقیر مرزا دوالمیال ضلع جہلم کا رہنے والا تھا اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بہت کچھ بدزبانی کرکے یہ تحریری پیشگوئی کی کہ "مرزا غلام احمد صاحب کا سلسلہ ۲۷ رمضان المبارک ۱۳۲۱ھ تک ٹوٹ پھوٹ جاوے گا اور اور بڑی سخت درجہ کی ذلت وارد ہوگی جسے تمام دنیا دیکھے گی۔ یہ پیشگوئی ۷ رمضان کو لکھی گئی تھی سو اگلے سال جب دوسرا رمضان آیا تو اس کے محلہ میں طاعون نمودار ہوگئی پہلے اس کی بیوی اور پھر خود فقیر مرزا سخت طاعون میں مبتلا ہوگیا۔ آخر پورے ایک سال بعد عین ۷ رمضان کو بتاریخ ۴ دسمبر ۱۹۰۳ء ناکامی و نامرادی کا منہ دیکھتا ہوا اٹھ گیا۔[۱]

(۱۳) ایک شخص عبدالقادر نام ساکن طالب پور پنڈوری ضلع گورداسپور میں رہتا تھا . . . اس کو مجھ سے سخت عناد اور بغض

---

[۱] تاریخ احمدیت ص۴۸۹

تھا اور ہمیشہ مجھے گندی گالیاں دیتا تھا۔ پھر جب اس کی گندہ زبانی انتہا تک پہنچ گئی تب اس نے مباہلہ کے طور پر ایک نظم لکھی ... جس میں اس نے سخت سے سخت فسق و فجور کی باتیں میری طرف منسوب کی ہیں ... ایسا ہی خدا نے جلد تر انصاف کر دیا اور ان شعروں کے لکھنے کے چند روز بعد یعنی بعد تصنیف ان شعروں کے وہ شخص یعنی عبدالقادر طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ مجھے اس کے ایک شاگرد کے ذریعہ سے یہ دستخطی تحریر اس کی مل گئی اور نہ صرف اکیلا طاعون سے ہلاک ہوا بلکہ اور بھی اس کے بعض عزیز طاعون سے مر گئے۔ ایک داماد بھی مر گیا۔[۱]

(۱۴) یہاں مُدّ پر طاعون کے حملہ کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔ مُد کے رہنے والوں نے چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو خود بلوا کر گالیاں دلوائی تھیں اور ان کو شرارت سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی تھی اس لئے پانچ چھ ماہ بعد یہاں طاعون کا سخت حملہ ہوا اور وہ اڑھائی سو کی آبادی میں سے مئی سنہ ۱۹۰۲ء تک ایک سو تیس افراد اس کا شکار ہو کر لقمۂ اجل ہو گئے۔ سنہ ۱۹۰۴ء میں دوبارہ مُد میں طاعون کا زور ہوا اور گاؤں کی عورتوں نے مردوں کو سخت سست کہا کہ انہوں نے مولوی ثناء اللہ وغیرہ کو بلوا کر مرزا صاحب کے حق میں سخت گوئی کی اور وبا پھیلی۔[۲]

(۱۵) سنہ ۱۹۰۷ء میں جو معاند طاعون کا شکار ہوئے اُن میں سے سب سے زیادہ بدگو مولوی سعداللہ لدھیانوی نو مسلم تھا۔ ... اس شخص نے ابتداء ہی سے سلسلہ کی مخالفت انتہا تک پہنچا دی تھی اور سب و شتم سے بھری ہوئی تحریرات نظم و نثر میں شائع کیں۔ اسی پر اکتفا نہ کرتے ہوئے سعداللہ لدھیانوی نے اپنی کتاب "شہاب ثاقب بر مسیح کاذب" میں حضورؑ کی ہلاکت و تباہی کی پیشگوئی کی۔

یعنی خدا کی طرف سے تیرے لئے مقدر ہو چکا ہے کہ خدا تجھے پکڑے گا اور تیری رگِ جان کاٹ دے گا۔

۱؎ حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۸۲-۲۸۴

۲؎ تاریخ احمدیت صفحہ ۲۳۴-۲۳۵

تب تیرے مرنے کے بعد تیرا جھوٹا سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور اگرچہ تم لوگ کہتے ہو کہ ابتلا کبھی آیا کرتے ہیں مگر آخر تو شر کے دن نیز اس دنیا میں نامراد رہے گا۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ۲۹ دسمبر ۱۹۰۶ء کو بذریعہ الہام خبر دی:

إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

یعنی (اے سعد اللہ) تیرا دشمن ابتر اور مقطوع النسل مرے گا۔ ۔ ۔ ۔

حضور کی بد دعا اور اس الہام پر ابھی صرف چند راتیں ہی گزری تھیں کہ سعد اللہ کو جنوری ۱۹۰۷ء کے پہلے ہفتہ میں پلیگ ہوا اور وہ ہزار حسرتوں کے ساتھ اس جہان سے چل بسا۔ اس کے لڑکے کی نسبت حاجی عبد الرحیم کی دختر سے ہو چکی تھی اور عنقریب شادی ہونے والی تھی اُسے یہ بھی نصیب نہ ہوا کہ اپنے اکلوتے لڑکے کی شادی دیکھ لیتا۔ سعد اللہ کی موت کے بعد اس کے بیٹے نے کو شادی کر لی مگر لمبا عرصہ زندہ رہنے کے باوجود تمام عمر لاولد رہ کر ۲۶ جولائی ۱۹۲۶ء کو موضع کرم کلاں میں فوت ہو گیا۔[1]

چوتھی شق۔ طاعون کے زائل ہونے کے لئے قبولِ احمدیت کی شرط

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے طاعون کی وبا کو اپنی صداقت کے گواہ کے طور پر پیش کرتے ہوئے اس وبا کا ایک امتیازی کردار یہ بھی بیان فرمایا تھا کہ یہ اُس وقت تک نہیں ٹلے گی جب تک لوگ آپ کو قبول نہیں کریں گے۔ پیشگوئی کا یہ حصہ بھی جیسا کہ شق ۳ میں گزر چکا ہے بڑے وسیع پیمانے پر بڑی وضاحت کے ساتھ پورا ہوا۔ خصوصاً پنجاب کی سرزمین میں جو پیشگوئی کا اوّلین مصداق تھی طاعون کے نتیجہ میں اس کثرت سے احمدیت کی طرف رجحان ہوا کہ احمدیت کی تاریخ میں اس کی کوئی دوسری مثال نظر نہیں آتی۔ یعنی قبولِ احمدیت کی وجوہات کا اگر علیحدہ علیحدہ جائزہ لیا جائے تو اس مقابلہ میں طاعون غالباً ہر دوسری وجہ پر سبقت لے جائے گی۔ اس ضمن میں تاریخ احمدیت سے ایک چھوٹا سا اقتباس درج ذیل کیا جاتا ہے جس سے قبولِ احمدیت کے ضمن میں طاعون کے اثرات کا کچھ اندازہ لگایا جا سکتا ہے:۔

"جیسا کہ حضور نے پیشگوئی فرمائی تھی جماعت سے بھی خارق عادت سلوک ہوا جس کے نتیجہ میں جماعت کی

---

[1] تاریخ احمدیت ص ۲۸۸ - ۲۹۱

ان دنوں اتنی غیر معمولی ترقی ہوئی کہ اس کی تعداد ہزاروں سے نکل کر ۱۹۰۲ء میں ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ ۱۹۰۶ء میں اس کثرت سے لوگ آپ کے متبعین میں شامل ہوتے کہ اخبار الحکم کو مجبوراً نئے مبائعین کی فہرست کا کالم ہی بند کرنا پڑا۔ ۱۹۰۷ء میں یہ تعداد دو لاکھ تک اور ۱۹۰۸ء میں چار لاکھ تک پہنچ گئی۔"

یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ ملک کی اکثریت تو بہرحال ایمان نہیں لائی پھر ہزاروں انسانوں یا ایک دو لاکھ انسانوں کے قبولِ احمدیت کے نتیجہ میں طاعون کا ٹل جانا کیا معنے رکھتا ہے اور کیا یہ پیشگوئی کے مدعا اور روح کے منافی نہیں؟ اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ عذابِ الٰہی کے ٹلنے کے لئے اکثریت کے ایمان کی نہ تو کوئی شرط قرآن کریم میں نظر آتی ہے نہ ہی تاریخ مذاہب پر نگاہ ڈالنے سے یہ امر مستنبط ہوتا ہے اس کے برعکس ایسی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں کہ قوم کے ایک حصے کے استغفار یا ایمان لانے کے نتیجہ میں عذاب ٹل گئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ مشہور واقعہ بھی اسی پہلو فلسفۂ عذاب پر روشنی ڈالتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان ایک مکالمہ و مخاطبہ کی صورت میں یہ دکھایا گیا ہے کہ ایک ایسی بستی کو جس کے لئے عذاب مقدر ہو چکا تھا اللہ تعالیٰ اس صورت میں بھی بچانے پر آمادہ تھا کہ وہاں چند نیک

ہی خدا کا خوف رکھنے والے موجود ہوں۔

پس طاعون کی وبا کے دوران چار لاکھ کے قریب انسانوں کا مامور وقت پر ایمان لانا کوئی معمولی اور نظر انداز کرنے والا واقعہ نہیں اور اس کے نتیجہ میں طاعون کے عذاب کا بالآخر ٹل جانا نہ تو سنت اللہ کے خلاف ہے نہ پیشگوئی کی صداقت پر حرف لانے کا موجب بن سکتا ہے تاہم اس معاملہ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے۔ ہمارا عذاب کے ٹلنے سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ چند لوگوں کے استغفار سے سلسلہ عذاب ہی ہمیشہ کے لئے منقطع کر دیا جاتا ہے محض ایک عذاب کا استغفار کے نتیجہ میں ٹل جانا اور چیز ہے اور سلسلہ عذاب کا کلیۃً منقطع ہو جانا اور چیز۔ فرعون کی قوم پر جو پے در پے عذاب آتے وہ بعض یا اکثر دفعہ میں خوفِ خدا پیدا ہونے کے نتیجہ میں ٹل جاتے رہے لیکن جب تک وہ آخری مقصد پورا نہ ہوا جو در اصل ان عذابوں کی علت غائی تھا سلسلہ عذاب منقطع نہ ہوا۔ سلسلہ عذاب کا آخری مقصد بہرحال مامورین کی فیصلہ کن فتح ہوا کرتا ہے خواہ یا تو اکثریت ایمان لے آتی ہے یا اکثریت ہلاک ہو جاتی ہے۔ اس پہلو سے جب ہم حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر مزید نگاہ دوڑاتے ہیں تو معلوم ہو جاتا ہے کہ طاعون ایک وسیع تر سلسلۂ عذاب کی ایک کڑی تھا جبکہ کڑی زمانہ کے جس دور پر محیط تھی اس دور میں اس نے اپنا مفوضہ کام بڑی عمدگی اور صفائی کے ساتھ سرانجام دیا اور وہاں جا کر رکی جہاں عذاب کی ایک دوسری کڑی نے اس سے ذمہ داری کا کام سنبھال لیا۔ اس نقطہ نگاہ سے جب ہم

ماموریت گزشتہ کے حالات پر نظر ڈالتے ہیں تو ایک "میڈلے ریس" یعنی ایسی دوڑ کا سا نظارہ دکھائی دیتا ہے جس میں دوڑنے والا جب ایک مقررہ مقام پر پہنچتا ہے تو اس کا دوسرا ساتھی اس سے جھنڈا لے کر آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور پھر ایک تیسرا ساتھی یہ جھنڈا اس سے لے کر آگے دوڑ سنبھال لیتا ہے۔ منزل مقصود تک پہنچنے سے پہلے یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہتا ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں اس میڈلے ریس میں قرآنی بیان کے مطابق پانچ عذابوں کی ایک ٹیم نے حصہ لیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے پے در پے عذابوں کی خبر دی ہے جو آخر مقصد کے حصول تک ایک دوسرے کے بعد آتے چلے جائیں گے طاعون ان میں سے ایک تھا۔

ایک اور پہلو سے جب ہم طاعون کے عذاب پر نظر ڈالتے ہیں تو پیشگوئی کی زیر نظر شق کے ایک نئے مفہوم کی طرف توجہ مبذول ہو جاتی ہے جو دلچسپ بھی ہے اور ہولناک بھی۔ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں چیز پیچھا نہیں چھوڑے گی جب تک فلاں بات ظاہر نہ ہو تو جس چیز کا ذکر کیا جا رہا ہو اس کی عادت و اطوار کے مطابق "پیچھا نہ چھوڑنے" کے معنوں کی تعیین کی جاتی ہے۔ قبل ازیں یہ ذکر گزرا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی طاعون عذاب الٰہی کے طور پر عیسائیت کی تائید میں ظاہر ہوئی تھی اور اس نے دشمنوں کا پیچھا نہ چھوڑا تاوقتیکہ انہیں مغلوب نہ کر لیا۔ اس تاریخی پس منظر میں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ طاعون نے "پیچھا چھوڑنا" تو مراد یہ ہے کہ مسلسل تین صدیوں تک یہ عیسائیت کی تائید میں کرشمے دکھلاتی اور عیسائیت کو بڑھاتی اور دشمن کو کم کرنے کے لئے ظاہر ہوتی رہی۔

طبعاً ذہن اس طرف منتقل ہوتا ہے کہ مسیح اول کے دور کی طرح مسیح ثانی کے دور میں بھی طاعون کے "پیچھا نہ چھوڑنے" کا یہ مطلب تو نہیں کہ تاوقتیکہ احمدیت کو فتح نصیب نہ ہو یہ تقریباً ایک ایک سو سال کے وقفہ سے عذاب الٰہی کی صورت میں ظاہر ہوتا رہے گا اور پیچھا نہ چھوڑے گا جب تک کہ احمدیت آخری فتح کا منہ نہ دیکھ لے۔ کوئی اور چاہے تو اسے ایک ذوقی استنباط قرار دے لے مگر میرے دل میں تو گمان غالب یہی ہے کہ اسی طرح ہو گا اور مسیح ثانی کے دور میں بھی طاعون دو یا تین صد سالہ جلوے دکھائے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اگر میرا یہ استنباط درست ہے تو طاعون کی حیثیت عذاب کی ایک کڑی کی نہیں رہتی بلکہ بذاتِ خود ایک مسلسل عذاب کہلائے گا جو کڑیوں پر مشتمل ہے مزید برآں اگر میرا مندرجہ بالا استدلال درست ہے تو طاعون کی جلوہ نمائی کا دوسرا دور قریب آ چکا ہے اور بعید نہیں کہ آئندہ چند سال میں یہ ظاہر ہو جائے۔ اور ۲۰۰۰ عیسوی تک ایک ہولناک عالمگیر وبائی شکل اختیار کر جائے۔ اگر ایسا ہو تو جماعت احمدیہ کے لئے اس میں تنبیہ بھی ہے اور بشارت بھی۔ تنبیہ یہ ہے کہ صرف احمدیت کا تعویذ ہی طاعون سے بچانے کے لئے کافی نہ ہو گا بلکہ تقویٰ کی شرط بھی ساتھ لگی ہوئی ہے۔

اور مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر ایمان کے ساتھ تقویٰ کی زندگی بسر کرنا اور ہر قسم کے تکبر اور نخوت کو ترک کر دینا بھی طاعون سے بچنے کے لوازمات میں شامل ہیں۔ بشارت کا پہلو یہ ہے کہ جماعت میں اس وقت تک جو عملی کمزوریاں آ چکی ہوں گی طاعون کا خوف بھی تیزی کے ساتھ ان کی اصلاح کرے گا اور وہ لوگ جو حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کی چار دیواری سے باہر ہوا خوری میں مصروف ہوں گے وہ انشاء اللہ بڑی سرعت کے ساتھ دوڑتے ہوئے اس چار دیواری میں واپس لوٹنے کی کوشش کریں گے جو امن اور عافیت کا حصار ہے۔ غرضیکہ احمدیت کے ساتھ طاعون کے امتیازی سلوک کا نشان بہرحال قائم رہے گا اور ایک دفعہ پھر فوج در فوج لوگ احمدیت میں داخل ہوں گے۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔ میرا دل یہی کہتا ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ ما شاء اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

نوٹ: مسیح موعودؑ کے دور میں عذابِ الٰہی کی جن دوسری شکلوں کا ذکر ہم نے کیا ہے اُن پر تفصیلی بحث اس مضمون کے اگلے باب میں کی جائے گی۔

کتنا پیارا ہے ترا نام - رسولِ عربیؐ

کتنا پیارا ہے ترا نام - رسولِ عربیؐ
ورد دن کا ہے - مرا کام - رسولِ عربیؐ

وجہِ تخلیقِ دو عالم ہے تو - اور تری ذات
اوّلیں حق کا ہے پیغام - رسولِ عربیؐ

یہ ترا فیضِ نظر ہے - کہ کرم سے جس کے
ہو گئے پختہ - کئی خام - رسولِ عربیؐ

ہم ہوئے فخرِ امم تجھ سے ہی اے فخرِ رسلؐ
یہ ترا ہم پہ ہے انعام - رسولِ عربیؐ

ختم ہیں تجھ پہ کمالاتِ نبوت - لاریب
سب پہ ہے فیض ترا - عام - رسولِ عربیؐ

تری امت میں مسیحائے زماں کی آمد
اس کی یہ شان - یہ اکرام - رسولِ عربیؐ

خوبیٔ بخت ہے اپنی - کہ بہ فیضِ مرزاؑ
ہم بنے خادمِ اسلام - رسولِ عربیؐ

تیرے اسلام کی خاطر - ہیں کہاں تک پہنچے
تیرے جا کر - تیرے خدام - رسولِ عربیؐ

یورپ و چین و امریکہ و افریقہ - نیز
نارگشت اپنا - یہی نام - رسولِ عربیؐ

منکرِ فیض نہیں ہم ہیں - بقولِ اغیار
ہم سے ہے خائف یہ الزام - رسولِ عربیؐ

عشق کا تیرے ملا ہم کو یہ بدلہ قریب
ہم ہدفِ گردشِ ایام - رسولِ عربیؐ

اک نظر پھر و لطف کی ادھر بھی آقا
عشق کا ہم کو بھی اک جام - رسولِ عربیؐ

نگہِ لطف کہ گو ہیچ ہیں - پر پھر بھی ہیں
ہم ترے بندۂ بے دام - رسولِ عربیؐ

تیری مدحت کا شرف - اور یہ محمودِ حزیں
اس کے یہ ٹھاٹھ - یہ اکرام - رسولِ عربیؐ

(محمود احمد مرزا فاضل فارسی)

تحریکِ احمدیت ایک نظر میں !

قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ میں وعدہ دیا گیا ہے کہ مسلمانوں کے دورِ زوال و انحطاط کے بعد پھر اسلام کی نشأۃِ ثانیہ ہوگی اور مسلمانوں کو کھوئی ہوئی رونق و عظمت پھر حاصل ہوگی۔ اسلام ادیان باطلہ پر غالب ہوگا اور روئے زمین پر اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا اور قرآنی شریعت ہر خطۂ زمین میں رائج ہوگی۔ احمدیہ تحریک اسلام کی اسی موعودہ نشأۃِ ثانیہ کا نام ہے۔ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کے حکم سے چودھویں صدی ہجری کے عین شروع میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کی خوشخبری دی۔ آپ کوئی نیا دین یا نئی شریعت نہیں لائے آپ کی شریعت قرآن مجید اور آپ کا دین اسلام ہے۔ احمدیہ عقائد کے مطابق قرآن مجید کا کوئی حکم یا آیت منسوخ نہیں ہوئی اور نہ کبھی ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید ایک زندہ کامل اور عالمگیر شریعت ہے۔ حضرت سرورِ کونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ رسول ہیں آپؐ کے علاوہ کوئی اور رسول زندہ نہیں۔ ہمارے نزدیک صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان جاری ہے اور حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے سب درجہ اور مقام اتباعِ نبویؐ کے طفیل حاصل کیا ہے۔

ہمارے نزدیک نئی شریعت نہیں آسکتی مگر زندہ خدا کا الہام جو قرآن پاک کی اتباع کا نتیجہ ہے وہ جاری ہے پس ہمارا خدا زندہ خدا ہے ہمارا رسولؐ زندہ رسول ہے اور ہماری شریعت قرآن پاک زندہ شریعت ہے۔

جماعتِ احمدیہ اپنی قلتِ تعداد اور قلتِ سرمایہ کے باوجود نوے برس سے اندرونِ ملک اور بیرونی ممالک میں اسلام کی اشاعت کے لئے ہمہ تن مصروف ہے۔ تمام براعظموں میں اہم ممالک میں جہاں مذہبی آزادی ہے وہ اپنے تبلیغی مراکز قائم کر چکی ہے۔ صدہا نوجوان اپنی زندگیاں وقف کر کے خدمتِ دین بجا لا رہے ہیں، باطل ادیان اور دہریت و عیسائیت کا کامیاب مقابلہ کر رہے ہیں اور خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کو اتنی شاندار کامیابی حاصل ہو رہی ہے کہ عیسائی پادریوں تک نے اس کا اعتراف کیا ہے۔

جماعتِ احمدیہ کا یہ روحانی اور مذہبی جہاد اُس وقت تک جاری رہے گا جب تک ساری دنیا میں اسلام کو کامل غلبہ حاصل نہ ہو جائے کیونکہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی وفات کی خبر پا کر جماعت احمدیہ کو جو وصیت فرمائی اس میں تحریر فرمایا ہے :-

> "خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا۔ ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دینِ واحد پر جمع کرے۔ یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا۔ سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے۔" (الوصیت ص۶)

ہماری خواہش اور دلی آرزو ہے کہ اشاعتِ اسلام کے اس جہاد میں سب مسلمان ہمارے ساتھ شامل ہوں اور اس یقین سے معمور ہو کر کہ اب غلبۂ اسلام کا وقت آگیا ہے۔ تن من دھن کی پوری قربانی کر کے اعلاءِ کلمۂ اسلام کا فریضہ ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(ابوالعطاء)

لائبیریا (مغربی افریقہ) کے حالات

انچارج مبلغ لائبیریا عزیزم عطاء الکریم صاحب شاہد نے اپنے بچوں کے نام بے تکلف خط لکھا ہم اسے معلومات کے لحاظ سے اس جگہ درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)

از منروویا

۲۷/۱۲/۱۹۷۶

میرے جگر گوشو، واسع، بیّ اور عالی اسلمکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

تم تینوں کی فرمائش پر لائبیریا کے کچھ حالات لکھتا ہوں

ہمارے ہاں موٹریں بائیں ہاتھ چلتی ہیں مگر یہاں پر دائیں ہاتھ۔ چنانچہ شروع شروع میں بارہا یہ دھڑکا لگا کہ کہیں ٹکر نہ ہو جائے۔ اب آہستہ آہستہ عادت ہو رہی ہے۔ شہر کے اندر اور قریبی علاقوں تک سفر کے لئے ٹیکسی استعمال ہوتی ہے۔ بلحاظ رقبہ لائبیریا ملک تو کچھ بڑا نہیں۔ آبادی صرف پندرہ بیس لاکھ ہے۔ اندازے ہی ہیں کیونکہ جنگلات کی وجہ سے صحیح معنوں میں مردم شماری بڑا مشکل کام ہے۔ ملک کا اکثر حصہ جنگلات سے پٹا پڑا ہے۔ زمین بے حد زرخیز ہے۔ سال بھر میں تقریباً سات آٹھ ماہ برسات کا موسم رہتا ہے جس کے دوران بعض اوقات ہفتہ ہفتہ بھر لگاتار اور موسلا دھار بارش ہوتی ہے اور لوگ معمول کے مطابق کام کاج کرتے رہتے ہیں۔ البتہ بلا ضرورت گھومنا پھرنا ضرور کم ہو جاتا ہے۔ نومبر تا مارچ خشک موسم کہلاتا ہے اور بقیہ سارا سال بارشیں ہی بارشیں۔ بعض پاکستانیوں کو تو یہ موسم خوب راس آتا ہے۔ ان دنوں میری صحت خدا کے فضل و کرم سے اچھی ہے۔ دعا کرنا اچھی ہی رہے تا خوب خدمت دین کر سکوں آمین۔ ملک میں سڑکیں کم ہیں اور ریل گاڑی کی لائن تو صرف چند میل کی ہے۔ سڑکیں بنانا اور پھر انھیں صاف رکھنا خاصا مشکل کام ہے۔ جنگلات کی صفائی وقت طلب ہے۔ یوں بھی سارا ملک غیر ہموار ہے۔ چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں سی ہیں جیسے ایبٹ آباد یا مری جاتے ہوئے راستہ میں آتی ہیں مگر سرسبز اتنی کہ کہیں زمین نظر نہیں آتی۔ حتیٰ کہ جنگلات کو جانے والی پگڈنڈیاں جہاں سے روزانہ سینکڑوں لوگ گزرتے ہیں، بھی دائیں بائیں اُگنے والے خود رو سبزے سے اس حد تک اٹی ہوتی ہیں کہ چلنے والے کو اپنے پاؤں نظر نہیں آتے۔ جنگلوں میں مختلف قسم کا گھاس، جڑی بوٹیاں اور چھوٹے بڑے درخت بکثرت ملتے ہیں۔ عمارتی لکڑی بھی یہاں سے بیرونی ملکوں کو بھجوائی جاتی ہے۔ ربڑ کا درخت بڑی کثرت سے اُگتا ہے میں نے بھی اس کے جنگل دیکھے ہیں۔ چھری سے چھید کر کے پیالی اس کے تنے کے ساتھ باندھ دیتے ہیں اور دودھ ٹپکتا رہتا ہے

[illegible]

جیسے اکٹھا کر لیا جاتا ہے اور برآمد کر دیا جاتا ہے۔ امریکہ اور دوسرے بڑے ملکوں میں اسی ربڑ کو صاف کر کے بیشمار چیزیں بنائی جاتی ہیں۔ اپنی برآمدات میں ربڑ کا اغلباً دوسرا نمبر ہے بیشمار مزدوروں کو اسی سے روزگار ملتا ہے۔ اول نمبر خام لوہا ہے۔ میں نے یہاں آتے ہی وہ بندرگاہ بھی دیکھی ہے جہاں سے خام لوہا برآمد ہوتا ہے۔ دہاں دور دور تک خام لوہے کی پہاڑیاں سی برآمد کا انتظار کر رہی تھیں۔ ماشاء اللہ خوب ہوتا ہے اگرچہ نومبر تا مارچ خشک موسم ہوتا ہے اور یہاں کے لحاظ سے گرمیاں بھی ہوتی ہیں مگر مالٹے ملتے ہیں۔ اوپر سے سبز بلکہ بدرنگ جیسے چناح پڑے ہوں مگر اندر سے مزیدار۔ سردی نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے مالٹوں کی طرح بظاہر خوش رنگ نہیں ہوتے۔ پپیتا بڑا مزیدار، سخت میٹھا اور بکثرت ہوتا ہے اسی طرح ناریل، گریپ فروٹ اور اناناس بھی بکثرت ملتا ہے اور پھل یہاں کے لحاظ سے سستے سمجھے جاتے ہیں۔ ہاں یہ تو بھول ہی گئی کہ کیلا بکثرت ہوتا ہے۔ شہر میں آکر مہنگا بکنے کے باوجود ہمارے ڈھائی روپے میں ایک ایک بالشت لمبے کیلے نصف درجن مل جاتے ہیں یہاں امریکی ڈالر چلتا ہے ایک ڈالر سرکاری سطح پر تقریباً دس پاکستانی روپوں کے برابر ہوتا ہے اور ہر ڈالر میں سو سینٹ ہوتے ہیں۔ گویا ہر سینٹ دس پیسے کے برابر ہے۔ ہمارے ہاں کی نسبت یہاں لوگوں کی آمد زیادہ ہے اور اسی وجہ سے سب چیزیں جو اکثر باہر سے آتی ہیں خوب مہنگی ہیں لیکن خریدنے والوں کو کچھ ایسی مہنگی معلوم نہیں ہوتیں۔ تقریباً دنیا کا ہر پھل اور سبزی ڈبوں میں بند یہاں بکتی ہے۔ مثلاً تمہاری دلچسپی کے لئے لکھتا ہوں کہ کس طرح ہمارے ناشتہ کی میز پر خدا تعالیٰ نے دنیا جہان کی نعمتیں اکٹھی کر دی ہیں۔ چائے لپٹن ورجیول نرد نیسل والی انگلستان سے، مارملیڈ ہالینڈ سے، کھجور امریکہ سے، انجیر یونان سے اور مکھن ڈنمارک سے آتا ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ! شہد بھی امریکی استعمال کرتے ہیں بھئی! کہیں یہ نہ سمجھ لینا کہ ساری چیزیں ہر روز استعمال کرتے ہیں۔ بس باری باری۔ آج کے لئے اتنا ہی کافی سمجھو! باقی انشاء اللہ کل لکھوں گا۔ کیونکہ رات کے گیارہ بج رہے ہیں اور صبح اٹھنا ہے۔ اچھا خدا حافظ!

۱۰/۲۔ کبھی وقت نہ ملا کہ خط مکمل کر سکوں۔ نیا سال شروع ہے۔ مبارک ہو اور بہت بہت مبارک ہو۔ نئے جذبہ، عزم اور ولولہ سے یہ سال شروع کرو اور خوب محنت سے پڑھو۔ بچی اور عالی مجھے لکھیں کہ کس مسجد میں جا کر نمازیں پڑھتے ہیں۔ روزانہ کم از کم ایک نماز ضرور مسجد مبارک میں پڑھیں۔ باقی مسجد گول بازار یا یادگار میں پڑھ سکتے ہیں سڑک بہت احتیاط سے پار کرنا۔

اچھا تو تمہیں ایک مزیدار بات سناؤں۔ دسمبر میں ہم ایک جگہ دورہ پر گئے۔ یہ جگہ لارگو کہلاتی ہے اور منروویا سے ساٹھ میل دور ہے۔ سڑک کا بیشتر حصہ کچا مگر پتھریلا ہے وہاں نصرت جہاں سکیم کے تحت ایک سکول چل رہا ہے اور باقاعدہ جماعت ہے۔ واپسی پر وہاں کے ایک مخلص احمدی نے ہمیں کیلوں کا ایک بڑا گچھا دیا۔ ہر کیلا میری پوری بالشت کے برابر تھا۔ یہ گچھا اتنا بھاری تھا کہ ٹیکسی سے اتار کر گھر کے دروازے تک پندرہ بیس گز چلنا دشوار تھا کم از کم پچیس ۲۵ سیر وزن ہو گا۔ اور تمہاری معلومات کے لئے گنے بھی تھے جو کتنے تھے۔ ایک سو اسی ۱۸۰۔ مولوی رشید الدین صاحب دورہ

پڑتے۔ تین دن بعد کیلے پکنے شروع ہوئے۔ کھا کھا کر اور بانٹ بانٹ کر تھک گیا۔ کیلے کھاتا اور تمہیں یاد کرتا رہا۔ اگر واثق، بچے اور عالی ہوتے تو ان کی عید ہو جاتی۔ گھبرانا نہیں۔ پتہ نہیں اللہ نے تمہیں کون کون سی نعمت دینے کا فیصلہ کر رکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ میرے پیارے بیٹے اپنے سارے فرائض کو بڑے اچھے رنگ میں ادا کریں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری کسی وجہ سے ہمیں شرمندگی اٹھانی پڑے خدا نے چاہا تو ہم اپنے تینوں جگر گوشوں پر فخر کر سکیں گے (انشاء اللہ العزیز)

ایک اور بات جو ہمارے ملک سے مختلف ہے یعنی بجلی۔ ہمارے ہاں ۲۲۰ وولٹ بجلی ہوتی ہے مگر یہاں پر ۱۱۰ وولٹ بجلی گھروں کو مہیا کی جاتی ہے کہتے ہیں کہ اس کے جھٹکے سے بس گدگدی سی ہوتی ہے اور حادثہ کا امکان کم ہوتا ہے۔ بعض جگہوں پر چھت سے لگے بلبوں کے ساتھ سوئچ یوں ہوتا ہے جس سے سیدھی ڈوری لٹکتی رہتی ہے ایک بار کھینچنے پر بتی جل اٹھتی ہے اور دوسری بار کھینچنے پر بجھ جاتی ہے۔ یہاں پر گھروں کی صفائی کے لئے جمعدار نہیں ہوتے۔ انگریزی طرز کے بیت الخلا ہوتے ہیں۔ شدید بارشوں کی وجہ سے مکانات کی چھتیں دیواروں سے نیچی ہوتی ہیں اور سال میں تقریباً آٹھ ماہ بارشوں کی وجہ سے چھتیں جلد زنگ آلود ہو جاتی ہیں۔ منروویا ہی واحد بڑا شہر ہے۔ ملک کی پندرہ لاکھ آبادی میں سے تقریباً دو لاکھ اسی شہر میں رہتے ہیں۔ تقریباً ۱۲ میل لمبا اور تین میل چوڑا ہے۔ جزیرہ نما ہے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرف سمندر سے گھرا ہوا ہے۔ ٹیکسی کا بڑا آرام ہے تین سینٹ دے کر ایک دو آدمی جہاں چاہیں شہر میں چلے جائیں۔ فی سواری کا حساب ہے۔ پوری ٹیکسی لینے کی ضرورت نہیں ہر وقت ملتی ہے۔ ٹیکسیاں عموماً نئی ہیں کیونکہ بارشوں کی وجہ سے کار کی عمر اوسطاً تین سال ہے پھر زنگ آلود ہو کر ختم ہو جاتی ہیں۔ شہر میں ایک بڑا ہوٹل ڈوکر (DUKER) کے نام سے موسوم ہے جس میں حضور انور اپنے دورہ کے دوران ٹھہرے تھے۔ یہ سارے شہر میں نظر آتا ہے کیونکہ بلند جگہ پر بنا ہے۔ اس کے قریب ہی روشنی کا مینار ہے جس کی روشنی دور دور تک سمندر میں بحری جہازوں کی راہنمائی کرتی ہے۔ سارے شہر میں سیدھی سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے۔ بس چند ایک ہی سڑکیں ہیں۔ شہر صاف ستھرا ہے مگر گندے علاقے بھی بہرحال ہوتے ہیں لوگ صفائی پسند ہیں، سرور دھلے ہوئے کپڑے پہنتے ہیں۔ جتنا رنگ سیاہ اسی قدر سفید کپڑے پسند کرتے ہیں۔ اندازہ کر لو کیا بہار ہو گی؟ ساحلوں پر جگہ جگہ پکنک کے مقامات اور نہانے کے لئے محفوظ علاقے قائم ہیں جہاں لوگ اتوار اور دوسرے رخصتوں کے ایام میں بڑی کثرت سے جاتے ہیں۔ میں بھی احمدی پاکستانی دوستوں کے ساتھ اب تک پانچ مرتبہ جا چکا ہوں۔ تم لوگ وہاں بھی یاد آتے ہو تم بھی مجھے یاد کرتے ہو گے؟ اس صبر کا خدا کے حضور بہت اجر ہے۔

یہاں سارا دن بڑی مصروفیت رہتی ہے۔ آج ۱۴ جنوری ہو چکی ہے اور دن کے بارہ بجنے والے ہیں اور میں جلدی جلدی خط مکمل کر رہا ہوں۔ اتفاق سے تھوڑا سا وقت مل گیا ہے۔ تم سب میرے لئے خاص طور پر دعائیں

دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت و عافیت سے رکھے اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے میں اس کے دین کی خدمت کر سکوں۔ آمین ثم آمین۔ تمہارے لئے بھی ہر نماز میں دعا کرنے کا موقع ملتا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اولاد کے حق میں منظوم کلام بھی اکثر پڑھتا رہتا ہوں اور اس طرح بھی تمہارے لئے دعائیں کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور ہم سب کو آسمان احمدیت کے درخشندہ ستارے بنائے۔ آمین ثم آمین۔

یہاں پچیس تیس پاکستانی ہیں جو مختلف ملازمتیں اور کاروبار کرتے ہیں۔ مقامی لوگ عموماً بہت امن پسند ہیں۔ لڑتے جھگڑتے نہیں۔ قتل و غارت تو بے حد کم ہے لوگ دل میں عموماً دو بار نہاتے ہیں۔ انہیں گرمی ہماری نسبت بہت کم لگتی ہے اور جب ہم محسوس کرتے ہیں کہ اب گرمی نہیں ہے تو یہ لوگ ٹھٹھرنا شروع ہو جاتے ہیں۔ تمام لوگ انگریزی زبان بول اور سمجھ سکتے ہیں۔ مقامی زبانیں بھی بولتے ہیں۔ اکثر عیسائی ہیں۔ شراب بہت پیتے اور میوزک سنتے ہی ناچنے لگتے ہیں خواہ عمر کتنی بڑھ ہی کیوں نہ ہو۔ خدا کرے کہ یہ لوگ اپنے رب کو پہچان کر اس کے دامن میں پناہ لیں اور دنیا اور آخرت سنوار لیں۔ آمین

اچھا پیارے بچو! بہت باتیں ہو چکیں۔ باقی انشاء اللہ پھر سہی۔ خدا حافظ۔ والسلام!

تمہارا پیارا ابو

۲/۱/۱۹۷۷

شاھد

○

حیاۃ ابی العطاء

وَاِذَا مَرِضْتُ

فَهُوَ يَشْفِيْنِ

احباب سے ایک دردمندانہ درخواست دعا

انسانی زندگی میں صحت و بیماری کے دور آتے رہتے ہیں صحت کے بے شمار فوائد ہیں اور بیماری کے بھی کچھ فوائد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی چیز بے حکمت پیدا نہیں فرمائی۔

میری گزشتہ زندگی میں بیماری کے مختلف دور آئے بعض حوادث بھی پیش آتے رہے بظاہر کئی دفعہ ایسا نظر آتا تھا کہ اس حادثہ سے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی خدمت کے کچھ اور مواقع مقدر فرمائے تھے اس لئے ہر بیماری کے بعد صحت اور ہر حادثہ کے بعد عافیت و سلامتی حاصل ہوتی رہی اور یہ اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے۔ الحمد للہ! اس کے شکر کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔

انسان بہرحال اس دنیا میں محدود عرصہ کے لئے آیا ہے اور یہ زندگی عارضی زندگی ہے لیکن سب کچھ یہی نہیں ہے بلکہ اس زندگی کے بعد ایک دائمی اور جاودانی زندگی انسان کو نصیب ہوتی ہے گویا انسان اس زندگی کے بعد معدوم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کی نیکیوں اور تقویٰ کے نتیجہ میں اسے وہ لازوال نعمتیں نصیب ہوتی ہیں جن کا انسان اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔

قرآن مجید اور احادیث کی رو سے ہر بیماری کا علاج

مقرر ہے۔ مگر وہ علاج محض ادویہ اور تدبیروں سے حاصل نہیں ہوتا۔ خدا کے فضل سے حاصل ہوتا ہے۔ خدا کے فضل کو حاصل کرنے کے دو ذریعے ہیں۔ ایک تدبیر اور دوسرے دعا۔ تدبیر کے ذریعہ انسان اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب سے فائدہ اٹھاتا ہے اور دعا کے ذریعہ سے اس کی خاص تقدیر کو اپنے لئے جاری کرنے کی درخواست کرتا ہے۔ بیماریوں کی صورت میں بھی یہ دونوں باتیں ضروری ہیں اور انسان کے لئے یہ بنیادی یقین لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج مقرر فرمایا ہے اور شفا اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ انبیاء اور صلحاء کا تجربہ یہی ہے کہ وہ بیمار ہوتے رہے ہیں اور بیماریوں کے علاج کے لئے بھی ممکن کوشش کرتے رہے ہیں مگر ان کا توکل ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہوتا ہے اور وہ دعاؤں کے ذریعہ سے اس سے صحت اور شفا حاصل کرتے تھے۔

میں محسوس کرتا ہوں کہ مجھے جو معمولی کھانسی اور بخار کی قریباً ایک ماہ سے شکایت رہی ہے وہ اب خاص طور پر توجہ کے قابل ہو گئی ہے۔ دوا اور علاج لازمی ہیں۔ اس بارے میں گزشتہ ایام میں بھی بہت سے مخلص احباب نے باہر سے بھی دوائیں بھجوائی ہیں اور ربوہ کے مختلف ڈاکٹروں اور اطباء نے بھی علاج کے لئے تجویزیں پیش کی ہیں۔ اس دوران میں افاقہ بھی حاصل ہوتا رہا۔ میں ان تمام دوستوں کا ممنون ہوں جنہوں نے میری بیماری کے سلسلہ میں ادویہ کے ذریعہ سے علاج کیا۔ پھر اس سے بڑھ کر ان بزرگوں اور بھائیوں کا ممنون ہوں جو مختلف جماعتوں میں اس عاجز خادم سلسلہ کی صحت کے لئے دعا کرتے رہے۔ بہت سے احباب بھائیوں اور بہنوں کے خطوط پڑھ کر میں سخت شرمندہ ہوتا رہا ہوں۔ ادویہ کے علاوہ اب پھر یہ ضرورت شدت کے ساتھ محسوس ہوتی ہے کہ بھائیوں اور بہنوں سے درد مندانہ درخواست دعا کی جائے تا اللہ تعالیٰ کا فضل جلد نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کامل صحت عطا فرمائے اور خدمتِ دین کے لئے صحت کے ساتھ کچھ اور مدت عطا فرمائے۔ آمین۔

میں امید کرتا ہوں کہ احباب اس تحریر کو کسی پریشانی کا موجب نہ سمجھیں گے بلکہ یہ دعا کی ایک درخواست ہے سب معاملات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اور ہم اس کے عاجز بندے ہیں۔ وہ بڑے فضل و کرم کرنے والا ہے۔ اس وقت کیفیت یہ ہے کہ کھانسی پہلے کی نسبت کم ہے مگر ہلکے بخار کا تسلسل دکھائی دیتا ہے۔ اس لئے علاج کی طرف اور دعاؤں کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کے ساتھ ہو اور اپنے فضلوں سے سب کو نوازے۔ آمین۔

میں بالآخر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس پیارے جملہ پر جسے اللہ تعالیٰ نے سورۃ الصّٰفّٰت کے پانچویں رکوع میں نازل فرمایا ہے یعنی وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ کہ بیماری میرے قصور کی وجہ سے آتی ہے اور شفا میرے ربّ کی طرف سے آتی ہے اس درخواست کو ختم کرتا ہوں۔ حقیقت یہی ہے کہ شفا ربّ کریم سے ہی ملتی ہے۔ ادویہ کو بھی اسی نے پیدا فرمایا اور ان کی تاثیرات بھی اسی کے حکم سے ظاہر ہوتی ہیں۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ربوہ پاکستان — خاکسار خادم

۳ مئی ۱۹۷۷ء — (ابوالعطاء جالندھری)

ہر قسم کا سامان سائنس
واجبی نرخوں پر خریدنے کیلئے

الائیڈ

سائنٹیفک سٹور

گنپت روڈ لاہور کو یاد رکھیں

ٹیلیفون نمبر
۶۴۴۵۰۰

مشہور دواخانہ

مطب

اپنی جملہ طبّی ضروریات اور طبّی مشورہ کے لئے ہمارے شفاخانہ
اور مطب کی طرف رجوع کریں

اوقات: صبح ۸ بجے سے ایک بجے تک
شام ۴ بجے سے ۸ بجے تک

باہر کے احباب مفصل حالات بیماری لکھ کر مشورہ حاصل کرسکتے ہیں

حکیم عبد الحمید ابن حکیم نظام جان مرحوم

چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ: ٹیلیفون: ۴۸۲۲

روزنامہ
الفضل
ربوہ

ہمارا — آپ کا اور — سب کا اخبار

اس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے اقتباسات حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ کے روح پرور خطبات علماء سلسلہ کے اہم مضامین، بیرونی ممالک میں جماعت کی تبلیغی مساعی کی تفاصیل اور اہم ملکی اور عالمی خبریں شامل ہوتی ہیں
آپ خود بھی یہ اخبار پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔ اس کی توسیع اشاعت آپ کا جماعتی فرض ہے

(مینیجر۔ "الفضل" ربوہ)

اسلام کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار

تحریک جدید
ربوہ

آپ خود بھی یہ ماہنامہ پڑھیں اور غیر از جماعت دوستوں کو بھی مطالعہ کیلئے دیں

ایڈیٹر

نور الدین منیر

سالانہ چندہ ——— پانچ روپے

افردوس شال مرچنٹ

ہمارے ہاں ہر قسم کی گرم کشمیری کا مدار شالیں، زنانہ
و مردانہ دُھسّے اور گرم سمر نیو تھوک و پرچون ڈاجبی نرخوں
پر دستیاب ہیں۔ نیز ریڈی میڈ کرتے، شلواریں، سوٹ وغیرہ
بھی ہر قسم کے مل سکتے ہیں۔

افردوس شال مرچنٹ

۸۵ - انار کلی - لاہور

ہر قسم کا

کاغذ - بکس بورڈ اور گتہ

بارعایت خریدنے کے لئے
ہماری خدمات حاصل کریں اور دعا فرمائیں!

مقبول پیپر مارٹ

گنپت روڈ لاہور ـــــ فون:- ۶۳۸۴۹

گھر: ملک عبداللطیف سٹکوہی ـــــ فون:- ۶۲۵۱۶

پیٹنٹڈ پرانی لاعلاج امراض کے تیر بہدف نسخے

حاصل کرنے کے لئے دس پیسے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر کیو ریٹو لٹریچر مفت
حاصل کریں۔ خصوصاً مندرجہ ذیل کا لیفلٹ کیورٹو ( ) کی تفصیل آپ کے لئے ازحد مفید اور دلچسپ ہوگی

- بہرہ پن، شنوائی کی خرابی، اونچا سننا جیسے کان بند ہوں
- ذیابیطس، پیشاب کا بکثرت آنا۔ پیشاب میں شوگر آنا
- کمزوری بینائی، نزدیک یا دور کی نظر کا کمزور ہونا۔
- موٹاپا۔ جسم میں چربی کی زیادتی۔ خصوصاً پیٹ بڑھا ہوا۔ وزن ضرورت سے زیادہ
- بواسیر خونی و بادی ہر دو قسم۔ مسّے اور درد وغیرہ

کیوریٹو میڈیسن کمپنی رجسٹرڈ (ڈاکٹر راجہ ہومیو) لاہور، کراچی، ربوہ۔ ٹیلیفون ۶۰۶ / ۶۰۷

مکتبہ الفرقان کی مفید کتابیں

ذبیحہ ملی ایبسٹ تک" پر تبصرہ (صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب) ۵۰/ روپے

میرا دین: حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے قلم سے ۲۵/ "

نبراس المومنین: (سو احادیث نبویہ مع ترجمہ) ۷۵/ "

تحریری مناظرہ: (الوہیت مسیح پر پادری عبد الحق سے مناظرہ) ۲/- "

مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے (انگریزی پمفلٹ) ۲۵/ "

عیسائی شریعت: (مع ترجمہ اور اس پر تبصرہ) ۲/- "

مناظرہ مبحث پور: (شیعہ عالم سے تحریری مناظرہ) ۲/- "

(محصول ڈاک بذمہ خریدار)

— مینجر مکتبہ الفرقان - گول بازار - ربوہ

خورشید یونانی دواخانہ ربوہ

خالص ادویہ اور مناسب قیمتوں

کیلئے مشہور ہے

امراض کے علاج کے لئے اس کی

طرف رجوع فرمائیں!

ٹیلیفون

۵۳۸

معاونین خصوصی میں شمولیت فرمائیں

پاکستان کے جو دوست یکمشت یکصد روپیہ در سال فرمائیں گے وہ پانچ سال تک رسالہ کے معاون خصوصی شمار ہوں گے۔ انہیں پانچ سال تک رسالہ بھی ملتا رہے گا اور ان کے لئے دعا کی تحریک بھی ہوتی رہے گی۔

بیرونی خریدار بھی مقررہ سالانہ چندہ کا پانچ گنا یکدفعہ بھیج کر پانچ سال معاونین خصوصی میں شمولیت فرما سکتے ہیں۔

خاکسار

ابو العطاء جالندھری

ایڈیٹر و مالک رسالہ الفرقان ربوہ

الفرقان کے نئے دور کا سالانہ اشتراک

پاکستان ———— ۱۵/- روپے

انگلستان و یورپی ممالک۔ بحری ڈاک ۶۵/- روپے۔ ہوائی ڈاک ۱۰۰/- "

امریکہ، کینیڈا، ٹرینیڈاڈ " ۶۵/- " " ۱۸۰/- "

انڈونیشیا۔ امارات عربیہ " ۵۵/- " " ۱۲۰/- "

بھارت، بنگلہ دیش، فجی - " ۶۵/- " " ۱۶۰/- "

نوٹ: (۱) بیرونی ممالک کے رسالے حسب الضرورت بصیغہ رجسٹری بھجوائے جائیں گے۔ (۲) جملہ رقوم منی آرڈر، بنک ڈرافٹ یا بنک چیک یا رقم امانت بنام "مینجر الفرقان" بھجوائیں۔

(مینجر الفرقان ربوہ)

• پبلشر: ابو العطاء جالندھری • پرنٹر: سید عبد الحی • مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ • مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ الفرقان ربوہ

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
Peach Jam
HOT KETCHUP
HOT KETCHUP
Shezan
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ

Monthly **AL-FURQAN** *Rabwah*

MAY 1977 **Regd. No. L 5708**

آپ

اپنی ضروریات کے لئے

میسرز بشیر اینڈ کمپنی

کی خدمات حاصل کریں

ایکسپورٹرز اینڈ امپورٹرز

گورنمنٹ کے منظور شدہ ٹھیکیدار برائے ملٹری ، ریلوے ، ٹیلیگراف اور ٹیلیفون ، واپڈا اور دوسرے

تیار کنندگان ہارڈویر ۔ تعمیری میٹیریل ۔ ہر قسم کا جوڑ والا اور بغیر جوڑ کا پائپ ۔ ٹیوب ۔ کھمبے ۔ کاسٹ آئرن ۔ اس سے متعلقہ ہر قسم کا سامان . . . .

مداکسٹ اینڈ سپلائرز آئرن اینڈ اسٹیل ۔ جی ، آئی شیٹ ۔ پلیٹ (چادر) ۔ کھلے والی تار ۔ ہر قسم کا میٹل ۔ زنک ۔ لیڈ ۔ ٹین ۔ قالبہ اور پلمبنگ کا ہر قسم کا سامان . . .

ہیڈ آفس :

حمید منزل نمبر ۸۹ انارکلی لاہور (فون ۵۲۷۸۳)

برانچیں :

لوہا مارکیٹ ، لاہور

77, KMC گارڈن مارکیٹ ، لارنس روڈ ، کراچی

(فون ۷۸۵۶۴)

مرکنٹائل نصرت آرٹ پریس ربوہ میں چھپا ۔